العَطایَا النعِیمیّۃ فِي الفَتاوی النُّوْرِیّۃ

اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
JANUARY 2025
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 367
Regd. # MC-1177

فتاویٰ عطائے اہل سنّت

(حصّہ دوم)

مُصنّف
شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
(شیخ الحدیث جامعۃ النّور و رئیس دار الإفتاء النّور)

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

العَطَایَا النعِیمیَّۃ فِي الفَتاوی النُّوْرِیة

فتاوی عطائے اہل سنت

(حصہ دوم)

مُصنّف

شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

(شیخ الحدیث جامعۃ النور ورئیس دار الإفتاء النور)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : العَطايَا النعِيميَّة فِي الفَتاوى النُّوْرِية

فتاویٰ عطائے اہل سنت (حصہ دوم)

سن اشاعت : رجب المرجب ۱۴۴۶ھ / جنوری 2025ء

ناشر : جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

فون: 021-32439799

خوشخبری : یہ رسالہ www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرست

پیش لفظ .... - 6 -
وضو سے عاجز شخص کو وضو کروانا اُس کی زوجہ پر واجب ہے .... - 13 -
کیا دوسرے کے ناپاک کپڑے کی نشاندہی ضروری ہے؟ .... - 14 -
حاملہ عورت کو آنے والے خون کا حکم .... - 16 -
قعدۂ اُولیٰ یا قعدۂ اخیرہ میں بھولے سے تکرارِ تشہد کا حکم .... - 17 -
قعدۂ اخیرہ میں دوبار تشہد پڑھنے کا حکم .... - 19 -
ایک سلام پر نماز ختم کرنے کا حکم .... - 22 -
شہر میں جمعہ کے دن باجماعت ظہر پڑھنے کا حکم .... - 24 -
تراویح میں ختمِ قرآن کا حکم .... - 29 -
مُراہق کے لقمہ دینے کا حکم .... - 30 -
مُردہ پیدا ہونے والے بچے کے کفن دفن، غسل دینے اور نام رکھنے کا حکم .... - 31 -
جو بچہ بالکل بھی نہ بنا ہو اُس کو غسل دینے اور نام رکھنے کا حکم .... - 36 -
ضائع ہونے والے بچے کے کفن دفن، غسل اور نام رکھنے کا حکم .... - 37 -
روزے میں قے آجانے کا حکم .... - 41 -
روزے میں کھانے کے ذرات حلق سے اُترنے کا حکم .... - 45 -
روزہ توڑنے کی نیت کا حکم .... - 49 -
والدین کے منع کرنے پر نفلی روزہ رکھنے کا حکم .... - 52 -
تاجر اپنے مالِ تجارت کی زکوۃ کیسے نکالے؟ .... - 53 -
شرعی فقیر کو بغیر بتائے زکوۃ دینا کیسا؟ .... - 55 -
گھریلو استعمال کی اشیاء پر زکوۃ کا حکم .... - 57 -

قرآن وسنّت سے وُجوبِ عُشر کا ثبوت .... - 59 -
عُشر مالک زمین پر ہے یا کھیتی کرنے والے پر؟ .... - 62 -
بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کا حکم .... - 64 -
حقوق معاف کرنے کی شرط پر نکاح وغیرہ کا حکم .... - 66 -
مطلقہ بائنہ سے دوبارہ نکاح کا حکم .... - 69 -
چچا کی بیوہ، بھائی کی ساس اور والد کی چچازاد بہن سے نکاح کا حکم .... - 72 -
اپنی مطلّقہ رجعیہ سے عدّت کے بعد نکاح کرنا کیسا؟ .... - 73 -
تعدادِ طلاق میں شک کا حکم .... - 77 -
مستقبل کے صیغے سے طلاق کا حکم .... - 80 -
دو طلاقِ رجعی کا حکم .... - 83 -
دو طلاقِ رجعی دینے کے بعد عدّت میں رُجوع کا حکم .... - 84 -
کیا نابالغ اور مجنون طلاق دے سکتے ہیں؟ .... - 89 -
حالتِ حمل میں طلاق واقع ہو جاتی ہے .... - 92 -
تین سے زائد بار طلاقیں دینے کا حکم .... - 95 -
پلاٹ کی بیع میں کاغذات کے اخراجات کس کے ذمے ہوں گے؟ .... - 97 -
صحتِ مضاربت کی شرائط .... - 99 -
مالِ مضاربت ضائع ہو جائے تو ضمان کس پر ہو گا؟ .... - 105 -
مضارب کے ذمہ نقصان کی شرط کا حکم .... - 107 -
بدبودار گوشت کھانے کا حکم .... - 113 -
مہر کی ادائیگی تقسیمِ ترکہ پر مقدم ہے .... - 115 -
لے پالک کا ترکہ میں حصہ .... - 117 -

والدین، بیوہ اور اولاد کے درمیان تقسیم ترکہ .... - 121 -
بیوہ، تیرہ بیٹیوں اور دو بیٹوں میں تقسیم ترکہ .... - 123 -
بیوہ اور اولاد کے درمیان تقسیم ترکہ .... - 125 -
مناسخہ .... - 127 -
ختمِ قرآن کے موقع پر شیرینی وغیرہ تقسیم کرنے کا حکم .... - 129 -
بہارِ شریعت کتبِ فقہ میں معتبر ہے .... - 131 -
ایامِ علالت میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت .... - 134 -

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ عزّوجلّ کے فرمان " يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ "[1] (ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمھیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے) پر غور کیا جائے تو اس سے فتویٰ کی تاریخی حیثیت اور شرعی اہمیت ظاہر ہو جاتی ہے کہ حضرات صحابۂ کرام علیہم الرضوان اجمعین نے جب حضور سیّد الکونین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کلالہ عورت کی میراث کے بارے میں دریافت کیا، تو یہیں سے ثُبوتِ استفتاء مِل گیا اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا استفتاء سے مقصود حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کلالہ کی میراث کے متعلّق فتوٰی لینا تھا گویا فتوٰی اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ سے آیا، جس سے فتوٰی کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی ظاہری حیات میں یہ فریضہ خود انجام دیتے تھے بلکہ اس کی مثالیں کُتُب احادیث میں موجود ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سوال کیا، آپ نے جواب ارشاد فرمایا۔ بسا اوقات مختصر جواب ارشاد فرمایا اور کبھی تفصیل سے اور بطریقِ استنباط جواب ارشاد فرمایا تاکہ پیش آمدہ مسائل میں استنباط کی راہ کُشادہ ہو اور اہلِ اسلام کو کسی گوشہ میں دینِ اسلام کے سوا کسی اور دین کی کوئی احتیاج نہ رہے۔

علامہ زاہد کوثری حنفی متوفی ۱۳۷۱ھ لکھتے ہیں: "فالنّبی صلی اللہ علیہ وسلم کان يُفقِهُ أصحابَه فی الدِّينِ و يدرِّبُهم علی وُجُوهِ الاستِنباطِ

---

[1] النساء: ٤/ ١٧٦

حتّٰی کان نحو ستّۃٍ من الصّحابۃِ رضی اللہ عنھم أجمعین یُفتُون فی عھدِ النّبیِّ صلی اللہ علیہ وسلّم" ❶

یعنی، نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کو دین میں فقیہ بناتے تھے اور انہیں استنباط کے طریقوں کی پہچان کراتے یہاں تک کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے چھ افراد حضور ﷺ کے ظاہر زمانہ میں فتویٰ دیتے تھے۔

اور "أسدُ الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ" میں ہے کہ سہل بن ابی خیثمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: "عہدِ نبوّت میں مہاجرین صحابہ کرام میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی اور انصار میں سے حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ❷

اور کچھ محدِّثین عظام نے رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں فتویٰ دینے والے صحابہ کرام کی تعداد اس سے زیادہ بھی نقل کی ہے۔ ❸

اور رسول اللہ ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد فتویٰ دینے کی مکمل ذمّہ داری مجتہدین صحابہ کرام پر آئی اور اُن کے بعد تابعین و تبع تابعین میں سے فقہاء کرام نے یہ ذمّہ داری سنبھالی۔

---

❶ مقالات الکوثری، اللامذھبیۃ قنطرۃ اللادینیۃ، ص: ۱۳۰

❷ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ،باب المیم والعین، معاذ بن جبل، ۵/ ۱۸۸

❸ المدھش لابن الجوزی، تسمیۃ من کان یفتی علی عھد رسول اللہ ﷺ، ص: ۵۱
الحاوی للفتاوی للسیوطی، باب الوقف، کشف الضبابۃ فی مسئلۃ الاستنابۃ، ۱/ ۱۹۰
سُبُل الھُدیٰ والرّشاد فی سیرۃ خیر العباد، الباب الثانی فی ذکر المفتین من الصحابۃ فی أیامہ ﷺ، ۱۱/ ۳۲۸

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أَلْجَمَهُ اللهُ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' ❶

یعنی، جس سے علم کی بات پوچھی گئی (جس کو وہ جانتا تھا) پھر بھی اُس نے چھپایا تو بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ اُسے آگ کی لگام ڈالے گا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف فتویٰ دینے پر مجبور ہوئے۔ اگر انہیں کتمانِ علم کا خوف نہ ہوتا تو کبھی فتویٰ نہ دیتے اور یہ بھی ثابت ہے کہ جو فتویٰ دینے کا اہل نہ ہو، اُس کے لئے فتویٰ دینا ناجائز اور حرام ہے۔

چنانچہ حدیث مبارک ہے: ''مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ'' ❷

یعنی، جسے بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ اس پر ہو گا جس نے اُسے فتویٰ دیا۔

اور ایک روایت میں ہے: ''مَنْ أَفْتَى بِغَيْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلَائِكَةُ السَّماءِ والارْضِ'' ❶

---

❶ مسند أحمد بن حنبل، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أبي هريرة، رقم الحديث: ٨٥٣٣، ١٤/ ٢١٤
سُنن ابن ماجة، كتاب السّنة، باب من سئل عن علم فكتمه، رقم الحديث: ٢٦٤، ١/ ١٥٨
سُنن أبي داؤد، كتاب العلم، باب كراهية منع العلم، رقم الحديث: ٣٦٥٨، ٤/ ٤٥
سنن الترمذي، كتاب العلم، باب ما جاء في كتمان العلم، رقم الحديث: ٢٦٤٩، ٣/ ٤٥٩
❷ سُنن أبي داؤد، كتاب العلم، باب التوقّي في الفتيا، رقم الحديث: ٣٦٥٧، ٤/ ٤٥
المستدرك للحاكم، كتاب العلم، باب من أفتى الناس بغير علم إلخ، رقم الحديث: ٤٤٧، ١/ ٣٣٣

یعنی، جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا توزمین وآسمان کے فرشتے اُس پر لعنت کرتے ہیں۔

مگر شریعت نے ہماری رہنمائی بھی فرمائی ہے کہ کن لوگوں سے فتویٰ پُوچھا جائے جیساکہ قرآن کریم، احادیثِ صحیحہ، صحابہ وتابعین اور فقہاءِ عظام کے تعامُل سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجلّ کا فرمان ہے: فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ 2

ترجمہ:تواے لوگو علم والوں سے پوچھواگر تمہیں علم نہیں۔(کنزالایمان)

بہر حال اہل علم کو پوچھنے پر زبانی فتویٰ دیناتولازم ہے مگر لکھ کر دیناضروری نہیں یہی وجہ ہے کہ ابتداءِاسلام میں کتابتِ فتویٰ کامعمول نہ تھا۔ فتاویٰ دیئے جاتے اورانہیں ذہنوں میں محفوظ کرلیاجاتا۔ پھر تحریری فتاویٰ کاسلسلہ شروع ہواجوکہ ہنوز جاری ہے۔ فی زمانہ تحریرِ فتویٰ میں ضروری ہے کہ صاحبِ مذہب سے جوبات ثابت ہوسائل کے جواب میں اُسے نقل کردے اوریہ بھی ضروری ہے کہ ناقل مفتی مجتہد کے قول کومشہور، متداول اور معتبر کُتُب سے نقل کرے۔ نیز لکھنے والابیدار مغزہو تاکہ کوئی حیلہ سازی کے ذریعے اپنامفادحاصل نہ کرسکے اور وہ زمانے کے حالات سے بھی باخبر رہے، اجتماعی وانفرادی مسائل پیش نظر رکھتے ہوئے تفکُّر وتدبُّر سے کام

---

1 تاریخ دمشق، حرف المیم، محمد بن اسحاق بن إسماعیل إلخ، رقم الحدیث: ٦٠٧٧، ٥٢/ ٢٠

کنز العمال، کتاب العلم، الباب الثانی فی آفات العلم ووعید إلخ، رقم الحدیث: ٢٩٠١٤، ٥/ ٨٣

2 النحل: ١٦/ ٤٣

لے اور یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ متقی اور پرہیزگار ہو اور فتویٰ دیتے وقت اللہ تعالیٰ سے مدد کا سُوال کرے۔

چنانچہ علامہ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی شافعی متوفی ۹۰۲ھ امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۸۷ھ کے حوالے سے لکھتے ہیں: "فتویٰ دینے کے ارادے کے وقت مفتی کے لئے مستحب ہے کہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے، اللہ تعالیٰ کا نام لے، اس کی حمد کرے، نبی کریم ﷺ پر دُرود بھیجے اور "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" پڑھے اور پھر "رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (۲۵) وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ (۲۶) وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ (۲۷) يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ" پڑھے۔ (1)

پیرِ طریقت، فقیہ العصر، شیخ الحدیث مفتی محمد احمد نعیمی مدظلّہ العالی کے ممتاز شاگرد شیخ الحدیث جامعۃ النّور، سربراہ دارالإفتاء النّور ہمارے استاد ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی زِید علمُہٗ وشرفُہٗ تیس سال سے زائد عرصے سے مسندِ افتاء پر متمکن ہیں۔ آپ عظیم عالم و مفتی ہیں۔ آپ کے فتاویٰ عوام وخواص میں بے حد مقبول ہیں۔ علماء آپ کے فتاویٰ کو ترجیحی نظر سے دیکھتے ہیں، خصوصاً حج وعمرہ کی بابت آپ کے تحریر شُدہ فتاویٰ علماء کرام کے مابین سند کی حیثیت رکھتے ہیں جس کے ہنوز بائیس حصے شائع ہوچکے ہیں۔ آپ ایک مستند مفتی ہی نہیں بلکہ مفتی گر ہیں۔ پچیس سال سے زائد عرصے سے آپ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) سے منسلک ہیں۔ آپ نے یہاں

---

(1) روضة الطالبين وعمدة المفتين، كتاب القضاء، ١١/ ١١٣
القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع، الباب الخامس في الصلاة عليه في أوقات مخصوصة، الصلاة عليه عند كتابة الفتيا، ص: ٤٥٩

رہ کر جہاں جامعۃ النور میں درسِ حدیث خصوصاً صحیح البخاری کا درس دیا اور وہیں بانیان وارا کین جمعیت اشاعت اہلسنّت کی خواہش و مشورے سے "دارالافتاء النّور" کی بنیاد رکھی جہاں آپ ایک عرصے تک تنہا فتویٰ نویسی فرماتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ علماء کرام کو فتویٰ نویسی کی تربیت بھی دیتے رہے، پھر "تخصص فی الفقہ" کی کلاسز کا آغاز کروایا جس میں چند اسباق خود بھی پڑھاتے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ متخصصین کی تربیت کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور ایک عرصے کی تدریب کے بعد کچھ کو اجازتِ افتاء کی سند جاری فرمائی جنہیں آپ نے سندِ اجازتِ اِفتاء جاری فرمائی اُن میں سے مندرجہ ذیل مفتیانِ کرام آج بھی فتویٰ نویسی سے منسلک ہیں۔

(۱) مفتی فرحان صاحب (۲) مفتی جنید صاحب (۳) مفتی شہزاد صاحب (۴) مفتی مہتاب صاحب (۵) مفتی راجا کاشف صاحب (۶) مفتی ابو ثوبان کاشف صاحب (۷) مفتی محمد قاسم صاحب (انڈیا) (۸) مفتی محمد جلال الدین صاحب (۹) مفتی عمران مدنی صاحب (۱۰) مفتی عرفان مدنی صاحب (۱۱) مفتی عبد اللہ فہیمی صاحب (۱۲) شیخ الحدیث مفتی شکیل صاحب (۱۳) مفتی عبد الرحمن صاحب (۱۴) مفتی سجاد صاحب (۱۵) مفتی عبید رضا صاحب (۱۶) مفتی آصف صاحب۔

اور یہ مفتیانِ کرام اپنے اُستاد کے منہج پر فتویٰ تحریر کرتے ہیں باوجود اس کے کہ انہیں آپ نے فتویٰ نویسی کی اجازت دی ہے مگر یہ اپنے فتاویٰ تصدیق کے لئے آج بھی اپنے استادِ محترم کو پیش کرتے ہیں اور دیگر متعدد متخصصین بھی آپ کی زیرِ سرپرستی فتاویٰ تحریر کرتے ہیں۔ ایک عرصہ تک مفتی صاحب قبلہ کے فتاویٰ کا مجموعہ سوائے "فتاویٰ حج وعمرہ" کے شائع نہ ہوا مگر کچھ ماہ قبل بانی جمعیت اشاعت اہلسنّت اور اراکینِ دارالافتاء النّور خصوصاً مفتی جنید صاحب اور مفتی شہزاد

صاحب کی خواہش اور کوشش سے آپ کے فتاویٰ میں سے ایک حصہ ''فتاویٰ عطائے اہلسنّت (حصہ اول)'' شائع ہوا اور اب دوسرا حصہ شائع ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ اس کے بعد بھی کئی حصے شائع ہوں گے۔ اللہ کریم استادِ محترم قبلہ مفتی صاحب کو سعادتِ دارین عطا فرمائے اور اُن کا سایہ ہم پر تادیر قائم ودائم فرمائے۔ آمین

سیّد منیز عطاری نعیمی

المتخصّص فی الفقه الإسلامی بـدار الافتا النّور

جمعیة إشاعة أهل السنّة، باکستان

وضو سے عاجز شخص کو وُضو کروانا اُس کی زوجہ پر واجب ہے

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شادی شُدہ شخص بیمار ہے اور وضو کرنے سے معذور ہے اور اُس کے پاس خادم یا اُس کی اولاد نہیں، جو اُسے وضو کروائے، کیا اِس صُورت میں اُس کی بیوی پر اپنے مجبور شوہر کو نماز کے لئے وضو کروانا لازم ہے یا نہیں؟

(سائل: عبد المجید، رنچھوڑ لائن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں ایسے شخص کی بیوی اپنے شوہر کو وضو کروائے کہ اِس میں شوہر کے ساتھ معاونت ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى. [1]

ترجمہ، اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (کنز الایمان)

اور ایک قول وُجوب کا بھی مذکور ہے۔

چنانچہ علّامہ علی بن عبد اللہ طوری حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں: السیّد لَو عجزَ عَن الوُضوءِ: عَلى أمتِه أن توضّيه لَا عَلى زَوجتِه وهِي كالأجنبي، وقِيلَ يجبُ عَليْها إعانته دِيانةً لقولِه تَعالىٰ: وَ تَعَاوَنُوْا عَلى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى. [2]

یعنی، اگر آقا وضو کرنے سے عاجز ہو، تو اُس کی باندی پر لازم ہے کہ وہ

---

[1] المائدة: ٥/ ٢

[2] ذخيرة الناظر في الأشباه والنظائر، كتاب الطهارة، باب التيمم، ص٥٣. ٥٤

اُسے وضو کروائے، اُس کی زوجہ پر واجب نہیں اور وہ اجنبی کی مثل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ زوجہ پر دیانۃً واجب ہے کہ وہ اُس کی مدد کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

اور فقہائے کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ مریض اگر وضو سے عاجز ہو اور اُس کی بیوی نہ ہو، بیٹا یا بھائی ہو، تو وہ وضو کروائے۔

چنانچہ علامہ حسن بن منصور اُوز جندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں: وَكذَا قَالُوا فِي المَرِيضِ إذَا لمْ يكُن لَه إمرَأة وعجزَ عَن الوُضوء ولَه ابْن أو أخ فإنه يوضّيه إلّا أنّه لَايمسّ فرجه.❶

یعنی، اِسی طرح فقہائے کرام نے ایسے مریض کیلئے فرمایا جس کی بیوی نہ ہو اور وہ وضو سے عاجز ہو، اور اُس کا بیٹا یا بھائی ہو تو وہ یعنی بیٹا یا بھائی اُسے وضو کروائے مگر وہ اس کی شرمگاہ کو نہ چھوئے۔

اِس مسئلے سے ظاہر ہوا کہ عاجز شخص کی اگر بیوی نہ ہو اور اُس کا بھائی یا بیٹا ہو، تو وہ اُسے وضو کروائیں لیکن اگر بیوی ہو گی تو وہ اپنے عاجز شخص کو وضو کروائے گی۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

کیا دوسرے کے ناپاک کپڑے کی نشاندہی ضروری ہے؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے

---

❶ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الهندية، كتاب الطّهارة، باب الوضوء والغسل، فصل في صفة الوضوء، ١/ ٣٣

بارے میں کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے کپڑوں پر ناپاکی دیکھے، تو اُسے بتانا لازم ہو گا یا نہیں؟ (سائل: عبداللہ، کلفٹن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں اُسے بتاؤں گا تو یہ اپنے کپڑوں سے ناپاکی دور کرلے گا تو اُس پر بتانا واجب ہو گا۔

چنانچہ علّامہ علی بن عبداللہ طوری حنفی متوفی۱۰۰۴ھ (1) اور علّامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی۱۰۸۸ھ (2) لکھتے ہیں: رَأى فِي ثَوبِ غَيرِه نجَاسَةً مَانِعةً إنْ غلبَ عَلى ظَنّه أنه لَو أخبرَه أزالهُ: وَجبَ، وإلّا فلاَ.[واللفظ للأوّل].

یعنی، دوسرے کے کپڑوں پر نجاست دیکھی جو نماز سے مانع ہے، اگر دیکھنے والے کا غالب گمان ہو کہ اگر وہ اُسے بتادے گا تو وہ اُسے زائل (دُور) کردے گا تو بتانا واجب ہے، ورنہ نہیں۔

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: کسی دوسرے مسلمان کے کپڑے میں نجاست لگی دیکھی اور غالب گمان ہے کہ اُس کو خبر کرے گا تو پاک کرلے گا تو خبر کرنا واجب ہے۔ (3)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

---

(1) ذخیرۃ النّاظر فی الأشباہ والنّظائر، کتاب الطّھارۃ، باب الأنجاس، ص٦٠
(2) الدّر المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الطھارۃ، باب الأنجاس، فصل الاستنجاء، ص٥١
(3) بہارِ شریعت، نجاستوں کا بیان، ١/٢/٤٠٥

حاملہ عورت کو آنے والے خون کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حاملہ عورت کو حیض آتا ہے یا نہیں؟

(سائل: وسیم قادری، ایبٹ آباد، خیبر پختونخواہ)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا ہے۔

چنانچہ امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ اپنی سند سے حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں: قَالَتْ: إِنَّ الْحُبْلَى لَا تَحِيضُ.❶

یعنی، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا ہے۔

اور علّامہ علی بن عثمان بن ابراہیم ابن ترکمانی متوفی ۷۵۰ھ❷ اور علّامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ،❸ حضرت عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں: إِنَّ اللهَ رَفَعَ الْحَيْضَ عَنِ الْحُبْلَى.

یعنی، اللہ تعالیٰ نے حاملہ عورت سے حیض کو اُٹھالیا ہے۔

اِسی لئے فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا ہے۔

---

❶ (سُنن الدارمی، کتاب الطهارة، باب فی الحبلی إذا رأت الدم، برقم: ۱،۹٤٥/ ۱۵۷
❷ الجوهر النقی، باب الحیض علی الحمل، ۷/ ٤۲٤
❸ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب مخلّقة وغیر مخلّقة، ۳/ ۱٤۷

چنانچہ امام ابوالفتح ظہیرالدین ابن عبدالرزاق ولوالجی حنفی متوفی بعد ۵۴۰ھ لکھتے ہیں: الحَامل إذَا رأت الدّم فِي زمانِ حملِها، فليس بحيضٍ؛ لأنّ الحَيض اسْمٌ لدم خارجٍ مِن الرحم وقَد انْسدّ فمُ الرَّحم بالحملِ، فلا يخرجُ مِنه الدَّم.❶

یعنی، حاملہ عورت حالتِ حمل میں جو خون دیکھے وہ حیض نہیں کیونکہ حیض وہ خون ہوتا ہے جو رحم سے نکلے اور حمل ٹھہرنے سے رحم کا منہ بند ہوجاتا ہے لہٰذا اُس سے خون نہیں نکلتا۔

اور امام برہان الدین ابوالمعالی محمود بن احمد ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں: إنّ الحاملَ لَا تحيضُ. ❷

یعنی، حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

قعدۂ اُولیٰ یا قعدۂ اخیرہ میں بھولے سے تکرارِ تشہد کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بھول کر قعدۂ اُولیٰ یا قعدۂ اخیرہ میں چند بار تشہد پڑھ لے تو اُس پر سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ (سائل: لیاقت علی، لانڈھی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اگر ایسا قعدۂ اُولیٰ

---

❶ الفتاوی الولوالجیة، کتاب الطھارۃ، الفصل الخامس فی النفاس والحیض إلی آخرہ، ۱/ ۵۸

❷ المحیط البرھانی، کتاب الطھارات، الفصل التاسع فی الحیض، ۱/ ۳۹۵

میں ہو، تو قیام میں تاخیر کی وجہ سے اُس پر سجدۂ سہو لازم ہوگا اور اگر قعدۂ اخیرہ میں ہو، تو اُس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

چنانچہ علّامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: لَو كرّرَ التّشهّدَ فِي القَعدةِ الأولَى فعَليهِ السّهوُ ولِتأخيرِ القيَامِ---و لَو كرّرَ التّشهُّد فِي القَعدةِ الأخيرةِ فلَا سهوَ علَيهِ-❶

یعنی، اگر کسی نے قعدۂ اُولیٰ میں متعدّد بار تشہد پڑھا، تو اُس پر قیام میں تاخیر کے سبب سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اگر قعدۂ اخیرہ میں متعدّد بار تشہد پڑھا، تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔

اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❷ نے "تبیین الحقائق" کے حوالے سے نقل کیا ہے: وَ لَو كَرّر التّشهّدَ فِي القعدةِ الأولىٰ فَعليهِ السّهوُ ولَو كرّره فِي القَعدةِ الثّانيةِ فَلا سهوَ عليهِ،كذَا فِي "التّبيينِ"۔

یعنی، اگر کسی نے قعدۂ اُولیٰ میں چندبار تشہد پڑھا، تو اُس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اگر قعدۂ اخیرہ میں چندبار تشہد پڑھا، تو اُس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا، اسی

---

❶ البحر الرّائق شرح كنز الدقائق،كتاب الصّلاة،باب سجود السهو،تحت قوله:يجب بعد السّلام سجدتان...إلخ،۲/ ۱۷۲،۱۷۳

❷ الفتاوىٰ الهندية،كتاب الصّلاة،الباب الثانى عشر فى سجود السهو،۱/ ۱۲۷

طرح "تبیین الحقائق" 1 میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اگر قعدۂ اُولیٰ میں چندبار تشہد پڑھا سجدہ واجب ہو گیا۔ 2

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

منگل،۵ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ۔ ۲۴،اگست ۲۰۲۰م

قعدۂ اخیرہ میں دوبار تشہد پڑھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے فرض نماز کے آخری قعدے میں تشہد پڑھی پھر اُسے شُبہ ہوا کہ میں نے صحیح پڑھی یا نہیں تو اُس نے دوبارہ تشہد پڑھ لی، تو آیا تشہد کی تکرار سے سجدہ سہو لازم ہوا یا نہیں؟ (سائل: محمد افضال عطاری، برنس روڈ، کراچی)

باسمه تعالى وتقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں شخصِ مذکور پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوا؛ کیونکہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی تکرار کے سبب سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہے۔

چنانچہ مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ سے دریافت کیا گیا کہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی تکرار مُوجبِ سہو ہے یا نہیں؟ تو آپ علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا: الظّاهر أنّه لايُوجِب السّهو لِما فِي "خزانةِ المفتِين" و لَا يلزمُه

---

1 تبيين الحقائق شرح كنز الدّقائق، باب سجود السهو، تحت قوله: يجب بعد السلام إلخ، ١/ ٤٧٥

2 بہار شریعت، سجدۂ سہو کا بیان، ۱/ ۴/ ۷۱۳

السّهو بتَكرارِ التشهُّد فِي القَعدةِ الثّانيةِ فِي "العَالمگيريّة": لَو كرّرَه فِي القَعدةِ الثّانيةِ فلَاسهوَ عَليه كَذا فِي "التّبيين" و وَجهه أنّه لَمْ يترُكْ وَاجباً وهُو الموجِب للسّهوِ لِما فِي "الإيضاح": قَال فِي "التّبيِين": و الصّحيح أنّه يجبُ بتركِ الواجبِ لاغيرُ انتَهى نَعم ذكرَ فِي "شرح الوقايةِ" وَ "مُنية المصلّي" وغَيرهِمَا: أنّ تكرارَ الرُّكنِ يوجبُ السهوَ لكنّ التشهّدَ ليسَ برُكنٍ بلْ هُو واجِب فبناءً عَلى ذلِك و إنْ كانَ مآله أيضاً إلى تركِ الواجبِ لَا يجبُ السّهو بتكرارِ التشهّدِ فى القَعدةِ الأخيرةِ لأنّه مِن قبيلِ تكرارِ الواجبِ دونَ تكرارِ الرّكنِ و أمّا وجوبُ السّهو بتكرارِ الفاتحةِ فِي الأولَيينِ فعَليه السّهو لتأخيرِ السّورةِ انتَهى. فلَو وجدَ ضمّ السّورَة لايجبُ السّهو بالتّكرار لِما فِي "جواهرِ الأخلَاطى": لَو قَرأ الفاتحةَ ثمّ السّورَة ثمّ الفَاتحة فَلا سَهو عَليه انتهى. فإذا عرفتَ هذا فتوهّم وجُوب السهوِ فِي تكرارِ التشهّدِ قياساً عَلى وجوبِهِ فِي تكرارِ الفاتحةِ منشَاءه اشتبَاه الرُّكنِ بالوَاجبِ مَع الذّهولِ عَن علّةِ الوجوبِ فِي تكرارِ الفاتحةِ، فتدبّر. ❶

یعنی، ظاہر یہ ہے کہ سجدۂ سہو واجب نہیں ہو گا، کیونکہ "خزانۃ المفتین" ❷ میں ہے اور دُوسرے قعدے میں تکرارِ تشہد سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہو گا، "عالمگیری" ❸ میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے قعدے میں تکرارِ تشہد کی، تو اُس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہو گا، اِسی طرح "تبیین" ❹ میں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ

---

❶ فتاویٰ واحدی، کتاب الصلاۃ، فصل فی السھو والجابر، ۱/ ۱۹۸
❷ خزانۃ المفتین، کتاب الصلاۃ، فصل فیما یوجب السھو ومالا یوجب، ق۲۸/ الف
❸ الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السھو، ۱/ ۱۲۷
❹ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، باب سجود السھو، تحت قولہ: یجب بعد

اُس نے کسی واجب کو نہیں ترک کیا کہ جو سجدۂ سہو کا موجب ہوتا، کیونکہ "ایضاح" ❶ میں ہے کہ "تبیین" میں کہا اور صحیح یہ ہے کہ سجدۂ سہو ترکِ واجب کے سبب لازم آتا ہے نہ کہ اس کے علاوہ سے، ہاں "شرح وقایہ" ❷ اور "منیۃ المصلی" ❸ وغیرہما میں مذکور ہے کہ رکن کے تکرار سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے لیکن تشہد رُکن نہیں بلکہ واجب ہے، پس اسی بناء پر اس کا انجام بھی اگرچہ ترکِ واجب کی طرف ہے، لیکن قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے تکرار سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہو گا کیونکہ یہ تکرارِ واجب کے قبیل سے ہے نہ کہ تکرارِ رُکن کے قبیل سے، اور رہا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کی تکرار کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہونے کا مسئلہ، تو وہ اُس پر سورت میں تاخیر کے سبب لازم ہو گا، لہٰذا اگر کسی نے سورت کو ملایا تو تکرار کے سبب سجدۂ سہو لازم نہیں ہو گا کیونکہ "جواہر الاخلاطی" ❹ میں ہے کہ اگر کسی نے فاتحہ پڑھی پھر سورت اور پھر فاتحہ، تو اُس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہو گا پس جب تو نے یہ جان لیا تو تکرارِ فاتحہ سے سجدۂ سہو واجب ہونے پر قیاس کرتے ہوئے تکرارِ تشہد پر بھی سجدۂ سہو کے وُجوب کا وہم ہوا، اور اس کا منشاء تکرارِ فاتحہ سے سجدۂ

السلام...إلخ، ١/ ٤٧٥

❶ الإيضاح في شرح الإصلاح، كتاب الصلاة، باب السهو، ١ / ١٤٥

❷ شرح الوقاية مع شرحه عمدة الرعاية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ٢/ ٢٦٥، ٢٦٧

❸ منية المصلي، فصل في سجود السهو، ٢٣٣، ٢٣٤

❹ جواهر الأخلاطي، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، ق ٢٢/ ب

سہو واجب ہونے کی جو علّت ہے اُس کی طرف توجہ نہ کرنے کی وجہ سے واجب کے ساتھ رُکن کا اشتباہ ہے، پس تو غور کر۔

اور علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: وَلَو قَرأ التشهّدَ مرّتينِ فِي القَعدةِ الأخيرةِ لَا سهوَ علَيه. (1)

یعنی، اگر کسی نے قعدۂ اخیرہ میں دو مرتبہ تشہد پڑھا، تو اُس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہو گا۔

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ شخص مذکور پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۵ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ۔یکم،مئی ۲۰۰۱ء JIA-56 (Ref:023-2001)

ایک سلام پر نماز ختم کرنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیان شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے صرف ایک ہی سلام پھیرا اور اُٹھ کر چلا گیا تو کیا اُس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ (سائل: شفیق الرحمن، لاڑکانہ، سندھ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں نماز ہو گئی، لیکن اُس کا اعادہ واجب ہے کیونکہ لفظِ سلام دوبار کہنا واجب ہے۔

چنانچہ علّامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ

---

(1) حاشیہ الطحطاوی علی مراق الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو، تحت قوله: لترك واجب، ص ۴۶۱

لکھتے ہیں:قِیل :الثَانِیَة سُنَّةٌ وَالْأَصحُ أَنہا وَاجبَة كَالْأُولیٰ ❶

یعنی، کہا گیا ہے کہ دوسرا سلام سُنت ہے اور اصح یہ ہے کہ پہلے سلام کی طرح دوسرا بھی واجب ہے۔

اور علّامہ محمد بن عبد اللہ تمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علّامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:(ولَفظ السَلَام) مَرّتَیْن، فالثَاني واجبٌ على الْأَصَح "برهَان". ❷

یعنی، لفظِ سلام دو مرتبہ کہنا واجب ہے لہذا اصح قول کے مطابق دوسرا (سلام) واجب ہے "برہان" ❸

لہٰذا شخصِ مذکور کے ایک ہی سلام پر نماز ختم کر دینے سے ترکِ واجب ہوا، جس کے سبب اُس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: الإعادةُ بترْكِ الواجبِ واجبةٌ. ❹

یعنی، واجب کے چھوڑنے سے اعادہ واجب ہوتا ہے۔

---

❶ فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، تحت قوله: وهو الصحيح، ۱/ ۲۷۹

❷ تنویر الأبصار مع شرحه الدّر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ص ۶۵

❸ مواهب الرحمٰن، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ص ۲۲۵

❹ ردّ المحتار على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب كلّ صلاة أدّيت مع كراهة التحريم... إلخ، تحت قوله: وكذا كُلّ صلاة... إلخ، ۲/ ۱۸۳

اور "الموسُوعة الفِقهية الكوَيتيّة" میں ہے: وَأقَل مَا يجزئ فِي لَفظ السّلام مَرّتين عِند الْحنفِيّة "اَلسّلَامُ" دونَ "عَلَيْكُمْ". ❶

یعنی، اور احناف کے نزدیک دونوں طرف سلام میں کم از کم جو چیز نماز کو جائز کرتی ہے وہ لفظ "السلام" ہے نہ کہ "علیکم"۔

اور ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں مفتی محمد وقار الدین قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔ ❷

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۶/ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ، ۲۹ دسمبر ۲۰۰۰م JIA-24

شہر میں جمعہ کے دن باجماعت ظہر پڑھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ شہر میں جمعہ کے دن جو لوگ جمعہ نہ پڑھیں اُن کو ظہر باجماعت پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں، اگر مکروہ ہے تو اِس کی وجہ کیا ہے؟ (سائل: محمد زاہد، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں جمعہ کے دن ظہر کے وقت باجماعت ظہر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ ایسے افراد قائم کریں جن پر جُمعہ فرض نہ ہو؛ کیونکہ اِس کے سبب جماعتِ جمعہ میں کمی اور معارضہ (مخالفت) کی صُورت ہوگی کہ اِس دن مسلمانوں کا شعار جمعہ ادا کرنا ہے۔

❶ الموسوعة الفقهية الكويتية، تسليم، التسليم للخروج من الصلاة، ۱۱/۳۱۶

❷ وقار الفتاویٰ، کتاب الصلاۃ، سلام کا بیان، ۲/۱۱۸

چنانچہ علّامہ رضی الدین محمد بن محمد سرخسی حنفی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں: يُكره الظّهرُ بجماعةٍ يومَ الجُمعَةِ فِي مِصر و إن كانُوا فِي السّجنِ؛ لأنّ إقامةَ الجُمعة مِن أعلامِ الدّينِ وشَعائرِ الإسلامِ وقَد أمرنَا فِيه بالتّكثيرِ، فلَو جَاز عَقد الجماعةِ للظّهر فِي المساجدِ لتكاسَلوا فِي حُضورِها فتقلّ الجَماعةُ، و يُصلّي الظّهرَ بجماعةٍ فِي موضعٍ لَا جمعةَ فِيه؛ لأنّه لَا يُؤدّى إلى تَقليلِ الجَماعةِ فِي الجُمعةِ. (1)

یعنی، جُمعہ کے دن شہر میں باجماعت ظہر پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ لوگ قیدخانہ میں ہوں کیونکہ جُمعہ قائم کرنا دین کی علامات اور شعائرِ اسلام میں سے ہے اور ہمیں اِس میں اضافہ کرنے کا حکم ہے، لہٰذا اگر اِس دن مساجد میں ظہر کی جماعت کرنے کی اجازت دیں گے تو لوگ جمعہ کیلئے حاضر ہونے میں سستی کریں گے یوں جماعت کم ہو گی اور جہاں پر جمعہ نہیں ہوتا ہے وہاں باجماعت ظہر پڑھنا، جمعہ میں جماعت کی قلّت کی طرف لے کر نہیں جاتا۔

اور علّامہ برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (ويُكره أن يُصلّي المَعذورُون الظُّهرَ بجَماعةٍ يومَ الجُمعةِ فِي المِصرِ وكذَا أهلُ السّجنِ) لما فِيه مِن الإخلالِ بالجُمعةِ إذْ هِي جامعةٌ للجَماعاتِ و المعذُور قَد يَقتدِي بِهِ غيرُه بخِلافِ أهلِ السّوادِ؛ لأنّه

---

(1) المحيط الرضوی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ١/ ٤٠٢

لَا جُمعةَ علَيهم. ❶

یعنی، معذور افراد کیلئے شہر میں جمعہ کے دن باجماعت ظہر پڑھنا مکروہ ہے اوراسی طرح قیدیوں کے لئے بھی یہی حکم ہے؛ کیونکہ اِس کی وجہ سے جُمعہ میں خلل پیدا ہوتا ہے کہ جمعہ تو تمام جماعتوں کو جمع کرنے والا ہے جبکہ معذور کے ساتھ کبھی کوئی غیر معذور بھی اقتداء کرلیتا ہے برخلاف گاؤں والوں کے؛ کیونکہ اُن پر جمعہ لازم نہیں ہے۔

جمعہ کے روز شہر میں نمازِ ظہر باجماعت پڑھنے کو فقہائے کرام نے مکروہ لکھاہے اور اُس سے مراد مکروہِ تحریمی ہے۔

چنانچہ علّامہ محمد بن عبداللہ تُمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علّامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (کُرِهَ) تَحريمًا (لِمعذورٍ ومَسجونٍ) ومُسافرٍ (أداءُ ظهرٍ بجَماعةٍ فِي مصرٍ) قبلَ الجُمعةِ وبعدَها لتَقليلِ الجَماعةِ وصُورةِ المُعارضةِ. ❷

یعنی، معذور، قیدی اور مسافر کیلئے شہر میں جمعہ سے پہلے اور اُس کے بعد باجماعت ظہر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے؛ کیونکہ جماعت میں کمی ہوگی اور معارضہ کی صُورت واقع ہوگی۔

---

❶ بداية المبتدی وشرحه الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ۱/ ۱۰۱

❷ تنویر الأبصار وشرحه الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۱۰

اِس کے تحت علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: (قَوْله: لِتَقليل الجْماعة) لأنّ المَعذور قَد يقتدي به غَيره فَيؤدّي إلى تَركها "بَحرٌ" وَكذا إذَا عَلم أنّه يصلي بعدَها بجَماعةٍ رُبّما يَتركها ليصلّي مَعه، فَافهمْ. (قَوله وصورة المُعارضةِ) لأنّ شعارَ المُسلِمين فِي هذا اليَوم صلاةُ الجمعةِ وقصدُ المعارضةِ لهُم يؤدّي إلَى أمرٍ عَظيم فكان في صورتِها كراهة التّحريمِ "رَحمتيٌّ". ❶

یعنی، جماعت میں کمی اِس طرح ہو گی کہ کبھی معذور آدمی کی وہ شخص اقتداء کرلیتاہے جو معذور نہیں ہے اور یہ اُسے جمعہ کے ترک کی طرف لے جاتا ہے "البحر الرائق" ❷ اِسی طرح جب اُسے یہ معلوم ہو کہ معذور جمعہ ہونے کے بعد ظہر باجماعت پڑھے گا، تو بعض اوقات وہ جمعہ کو ترک کردے گا تاکہ وہ اُس کے ساتھ نماز پڑھے اور معارضہ کی صُورت اس لئے ہو گی کہ اُس دن مسلمانوں کا شعار جمعہ کی نماز پڑھنا ہے اور اُن سے مقابلہ ومعارضہ کا ارادہ کرنا تشویشناک امر کی طرف لے جاتا ہے، لہٰذا اِس صورت میں مکروہ تحریمی ہو گا "رحمتی"۔

اور جُمعہ کے دن شہر میں باجماعت ظہر پڑھنے کی کراہت امیر المؤمنین

---

❶ ردّ المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصّلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب فی شروط وجوب الجمعۃ، ۳/ ۳۶

❷ البحر الرائق شرح کنزالدقائق، کتاب الصّلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ، تحت قولہ: وکرہ للمعذور والمسجون... إلخ، ۲/ ۲۶۹

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

چنانچہ امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ اورامام فخرالدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:(کُرِہ للمَعذورِ والمسجونِ أداءُ الظّهرِ بجَماعةٍ فِي المصرِ) يُروَى ذلِك عَن عَليّ رضِي الله عنهُ. ❶

یعنی، معذوراور قیدیوں کیلئے شہر میں جُمعہ کے دن باجماعت ظہر پڑھنامکروہ ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔

اور علّامہ حسن بن عمّار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:(كُرِهَ للمَعذورِ كمَريضٍ ورَقيقٍ ومُسافرٍ(و المسجُون أدَاء الظّهرِ بجَماعةٍ فِي المصرِ يومهَا) أي الجُمعة يُروى ذلك عَن عليّ رضِي اللهُ عنهُ. ❷

یعنی، معذورافراد جیسے مریض، غلام، مسافر، قیدی کیلئے شہر میں جُمعہ کے دن باجماعت ظہر ادا کرنامکروہ ہے اور یہ امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۸/ شعبان المعظم، ۱٤۲۲ھ-۵/ نومبر، ۲۰۰۱م JIA-163

---

❶ كنز الدقائق وشرحه تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجُمعة، ١/ ٥٣٤
❷ نور الإيضاح وشرحه مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، ١٩٥

تراویح میں ختمِ قرآن کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازِ تراویح میں قرآن ختم کرنا سنّتِ موکّدہ ہے یا غیر موکدہ؟

(سائل: عبد الرحمن، ٹھٹہ، سندھ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں ایک بار ختمِ قرآن سنتِ موکدہ ہے۔

چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی۱۰۰۴ھ اورعلامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (الختمُ) مرّةً سُنّةٌ وَمرّتينِ فضِيلةٌ وثلاثًا أفضلُ. (وَلا يُترَك) الختمُ (لكَسلِ القَومِ)- ❶

یعنی، تراویح میں ایک بار قرآنِ مجید ختم کرنا سنت ہے اوردو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضل ہے۔لوگوں کی سستی کی وجہ سے ختم کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

اوراسی سوال کے جواب میں علامہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں: الظّاهرُ أنه سُنّة مؤكّدة كما يَدلّ عليهِ إطلاقُ المتونِ و يُشير إليهِ مَا فِي "الهدايةِ": فلَا يُترك لكسلِ القَومِ بخِلاف مَا بعدَ التّشهّد مِن الدّعواتِ حيثُ يترُكها لأنها ليستْ بُسنّة أصلِية انتهى، حيثُ يستفادُ مِنه أنّ الختمَ فِي التّراويحِ سُنّة أصلِية لَا مِن الزّوائدِ كما لَا يخفى. ❷

---

❶ تنویر الأبصار وشرحه الدر المختار، كتاب الصّلاة، باب الوتر والنوافل، ص ٩٤

❷ فتاویٰ واحدی، كتاب الصلاة، فصل فی القراءة والتراويح والأذكار والسنن، ص ١٥٩

یعنی، ظاہر یہ ہے کہ تراویح میں ختمِ قُرآن سنت مؤکّدہ ہے جیسا کہ اِس پر مُتون کا اطلاق دلالت کرتا ہے اور "ہدایہ" 1 میں اِسی کی طرف اشارہ ملتا ہے لہٰذا لوگوں کی سستی کی وجہ سے ختم کو ترک نہیں کیا جائے گا بر خِلاف تشہد کے بعد کی دعاؤں کے کہ انہیں چھوڑدے؛ کیونکہ یہ سنتِ مؤکدہ نہیں ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ تراویح میں ختمِ قُرآن سنت مؤکدہ ہے نہ کہ سُنَنِ زوائد سے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۷/ رمضان، ۱٤۲۲ھ۔ ۳/ دسمبر، ۲۰۰۱م JIA-181

مُراہق کے لقمہ دینے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ باجماعت نماز میں امام کے قراءت کے دوران غلطی کر جانے کی صُورت میں اگر کسی قریب البلوغ بچے نے لقمہ دیا اور امام نے اُس کا لقمہ لیا تو اُس بچے، امام اور تمام مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ (سائل: عبداللہ، ملیر، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں سب کی نماز ہو جائے گی؛ کیونکہ قریبُ البلوغ بچہ لقمہ دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ نماز جانتا ہو اور نماز میں بھی ہو۔

چنانچہ علّامہ نجم الدین مختار بن محمد زاہدی حنفی متوفی ٦٥٨ھ 2 اور اُن سے

---

1 الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل في قيام شهر رمضان، ۱/ ۸٦

2 القنية المنية، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة... إلخ، ق۱۸/ ب، مخطوط مصوّر

علّامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ (1) اور اُن کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت (2) نے لکھا ہے: فتح المراھق کالبالغِ.

یعنی، مراہق کا لقمہ دینا بالغ کے لقمہ دینے کی مثل ہے۔

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: لقمہ دینے والے کے لیے بالغ ہونا شرط نہیں، مراہق بھی لقمہ دے سکتا ہے بشرطیکہ نماز جانتا ہو اور نماز میں ہو۔ (3)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۷/ محرم الحرام، ۱۴۲۳ھ، ۲۲/ مارچ، ۲۰۰۲م JIA-230

مُردہ پیدا ہونے والے بچے کے کفن دفن، غسل دینے اور نام رکھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ بچہ مردہ پیدا ہو تو اُس کا نام رکھنے اور غسل و کفن اور نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے؟ تفصیلاً جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (سائل: غلام محمد جت، شاہ بندر، ٹھٹہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں مُردہ پیدا ہونے والے بچے کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور نہ ہی اُسے سنّت کے مطابق کفن

---

(1) البحر الرائق شرح کنزالدقائق، کتاب الصلاۃ، باب مایفسدالصّلاۃ وما یکرہ فیھا، تحت قولہ: وفتحہ علی غیر إمامہ، ۲/ ۱۱

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ... إلخ، ۱/ ۹۹

(3) بہارِ شریعت، نماز کا بیان، مفسداتِ نماز کا بیان، ۱/ ۳/ ۶۰۸

دینے کی ضرورت ہے، بس ویسے ہی اُسے نہلا کر ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے، اور اُس کا نام بھی رکھا جائے۔

چنانچہ بچے کی نمازِ جنازہ کے متعلق امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الطِّفْلُ لَا يُصَلَّى عَلَيْهِ---حَتَّى يَسْتَهِلَّ. [1]

یعنی، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک بچہ آواز نہ نکالے اُس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

اور علامہ برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (وَمنْ اسْتهلَّ بَعد الْولادَة سُمّي وغُسّل وَصلّي علَيْه) لقولِه - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - «إذا اسْتهلَّ الْمولود صلّي عليْه، وإِنْ لَمْ يَسْتهِلّ لم يصلَّ علَيْه» وَلأنّ الِاسْتهلالَ دلالَة الْحَياة فتحقّق في حقّه سُنَّة الموْتى (وإِنْ لَم يستهلّ أُدرِج في خرقةٍ) كَرامةً لبني آدم (ولَمْ يُصلّ عليه) لِمارَوَيْنا، ويغسّل فِي غير الظّاهرِ مِنْ الرِواية لأَنّه نفسٌ مِن

---

[1] سُنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی ترک الصلاۃ علی الجنین حتی یستھلّ، برقم: ۱۰۳۲، ۲/۱۳۹

وجهٍ،وَهو المُخْتار. ❶

یعنی ,اورولادت کے بعد بچہ نے آواز نکالی، تواُس کانام رکھاجائے گا، اُسے غسل دیاجائے گااوراُس کی نمازِ جنازہ اداکی جائے گی، نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اِس فرمان کی وجہ سے کہ "جب بچہ آواز نکالے، تواُس کی نمازِجنازہ اداکی جائے گی اوراگراُس نے آوازنہ نکالی، تواُس کی نمازِ جنازہ ادانہیں کی جائے گی" اوراِس وجہ سے کہ آواز نکالنازندگی کی دلیل ہے لہذااُس کے حق میں مُردوں کاطریقہ متحقّق ہوگااوراگراُس نے (پیدائش کے وقت) آوازنہ نکالی، توبنی آدم کی کرامت کی وجہ سے اُسے ایک کپڑے میں ڈال دیاجائے گااوراُس کی نمازادانہیں کی جائے گی جیساکہ ہم نے روایت کیااور غیر ظاہر الرّوایہ میں ہے کہ اُسے غسل دیاجائے گا؛ کیونکہ وہ من وجہٍ ایک نفس ہے اوریہی مختار ہے۔

اور علّامہ شمس الدین ابوالعباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: وإذااستهلّ المولودسمّي وغُسّل و صلّى عَليه وَ يرِث و يُورَث لِأنّ رفْع صوتِه عِندالولَادةدَليل حيَاته وإنْ لم يستَهلّ لم يسمّ وَلم يغسّل وَلم يرِث. ❷

یعنی، اورپیداہونے والابچہ جب آواز نکالے تواُس کانام رکھاجائے گا اور اُسے غسل دیاجائے گااوراُس کی نمازِ جنازہ اداکی جائے گی اوروہ وارث بنے گااوراُس

---

❶ الهداية شرح بداية المبتدی،کتاب الصلاۃ،باب الجنائز،فصل فی الصّلاۃ علی المیّت،۱/ ۱/ ۱۱۲

❷ الغاية شرح الهداية،کتاب الصلاۃ،باب الجنائز،فصل فی غسل المیّت،۵/ ۵۰٤

کاوارث بناجائے گا؛ کیونکہ ولادت کے وقت اُس کا بلند آواز سے چیخنا اُس کی زندگی کی دلیل ہے اور اگر وہ ولادت کے وقت آواز نہ نکالے، تو اُس کا نام نہیں رکھا جائے گا، نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ہی وہ (کسی کا) وارث بنے گا۔

اور علّامہ قاضی قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی فارابی حنفی متوفی ۷۵۸ھ ایسے بچہ کے نام نہ رکھنے، غسل مسنون نہ دینے اور وارث نہ بننے کی علّت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: أمّا التسمِية: فلأنّهامِن علامَات الأحيَاء وهُو ميّت. وأمّا الغُسل ففِيه اختلاف الرّواية، فقد ذُكرفي ظاهِر الرواية: أنّه لايغسَل. وجْه الظاهر: أنّ الغسل يُفعل للصّلاة فإذاسقَطت الصّلاة سقَط الغُسل أيْضاً. وأمّاالإرْث: فلأنّه لمّا لم تعلَم حياتُه لم يصحّ انتقَال الملك إلَيه. [1]

یعنی، اور نام نہ رکھنا اِس وجہ سے ہے کہ نام زندگی کی علامات میں سے ہے اور وہ مردہ ہے اور غسل دینے میں روایت کا اختلاف ہے۔ ظاہر الروایہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ اُسے غسل نہیں دیا جائے گا۔ ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ غسل، نماز کے لئے دیا جاتا ہے، لہٰذا جب نماز ساقط ہو گئی، تو غسل بھی ساقط ہو گیا اور وراثت نہ ملنا اِس وجہ سے ہے کہ جب اُس کی زندگی معلوم نہ ہوئی، تو اُس کی ملکیت کی طرف انتقال بھی درست نہ ہو گا۔

اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت

---

[1] غاية البيان نادرة الزمان في آخر الأوان، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل في صلاة على الميّت، ٢/ ٥٦٦

نے لکھا ہے: وَإن لَم يَستهلّ أدرجَ فِي خِرقةٍ و لَم يُصلّ عَليهِ ويُغسّلُ فِي غَيرِ الظّاهر من الرّوايةِ وَهو المْختارُ كذَا فِي ''الهِدايَة'' و الاِستِهلالُ مَا يعرَف بِهِ حَياة الولدِ مِن صوتٍ أو حَركةٍ۔❶

یعنی، جس بچے سے پیدا ہوتے وقت کوئی آواز یا ایسی حرکت نہ پائی جائے جس سے اُس کی زندگی معلوم ہو تو اُس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور اُس پر نماز نہ پڑھی جائے اور غیر ظاہر الروایہ کے مطابق اُسے غسل دیا جائے گا اور یہی مختار قول ہے، اِسی طرح "ہدایہ"❷ میں ہے۔

اور بیان کردہ جزئیات میں سے بعض میں مُردہ پیدا ہونے والے بچہ کو غسل دینے کا ذِکر ہے جب کہ بعض میں نہ دینے کا حکم بیان کیا گیا ہے، لہٰذا اِس میں تطبیق اِس طرح ہے کہ جن کُتب میں غسل نہ دینے کا حکم بیان کیا گیا ہے وہاں غسلِ مسنون کی نفی ہے اور جن کُتب میں غسل دینے کا حکم بیان کیا گیا ہے وہاں بغیر وُضو و بغیر ترتیب کے فقط پانی بہانا مراد لیا گیا ہے۔

چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: يُمكن التوفِيق بأنْ من نفى غُسله أرَاد غسْل المراعِى فِيه وجه السنة، ومَن أثبته أرَاد الغسْل فِي الجملة كَصبّ الماء علَيه منْ

---

❶ الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثانى فى غسل الميت، ۱/ ۱۵۹

❷ الهداية، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل فى الصلاة على الميت، ۱-۲/ ۱۱۲

غیرِ وضوء وترتیب. ❶

یعنی، اور تطبیق ممکن ہے وہ اِس طرح کہ جس نے غُسل کی نفی کی اُس نے ایسے غسل (کی نفی) کاارادہ کیاجس میں سنّت کی رعایت کی جائے اور جس نے غسل کو ثابت کیااُس نے مطلق غسل مراد لیا جیسے اُس پر بغیر وُضو اور بغیر ترتیب کے پانی بہانا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اُسے (مردہ پیدا ہونے والے بچے کو) ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے، اُس کے لیے غسل و کفن بطریق مسنون نہیں اور نماز بھی اس کی نہیں پڑھی جائے گی۔ بچہ زندہ پیدا ہوا یا مُردہ اُس کی خلقت تمام ہو یا ناتمام بہر حال اُس کا نام رکھا جائے اور قیامت کے دن اُس کا حشر ہو گا۔ ❷

والله تعالى أعلم بالصواب

۱۱/ رجب المرجب، ۱٤۲۳ھ-۱۹/ ستمبر، ۲۰۰۲م JIA-316

جو بچہ بالکل بھی نہ بنا ہو اُس کو غسل دینے اور نام رکھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت کچا بچہ ضائع کروادے یا وہ خود ہی ضائع ہو جائے، تو کیا اُسے غسل

---

❶ ردّالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، تحت قوله: وإلا يستهل غسل وسمي، ۳/ ۱٥٤

❷ بہارِ شریعت، نمازِ جنازہ کا بیان، ۱/ ۴/ ۸۴۱

دیا جائے گا اور کیا اُس کا نام رکھا جائے گا جبکہ اُس بچے کی بناوٹ بالکل بھی ظاہر نہ ہوئی ہو؟   (سائل: محمد حسنین، لالوکھیت، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: اُس بچے کو نہ غسل دیں گے اور نہ ہی اُس کا نام رکھا جائے گا۔

چنانچہ علّامہ سیّد احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: وأمّا إذَا لَمْ يظهرْ فِيه خَلقٌ أصْلاً، فالظّاهرُ أنّه لَا يغسّلُ ولَا يسَمّى لعَدمِ حَشرِه. ❶

یعنی، جب بچے کی بناوٹ بالکل بھی ظاہر نہ ہو تو ظاہر ہے کہ اُسے نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اُس کا نام رکھا جائے گا؛ کیونکہ وہ بروزِ قیامت اٹھایا نہیں جائے گا۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

۱۱/ رجب المرجب، ۱٤۲۳ھ ۱۹/ ستمبر، ۲۰۰۲م

ضائع ہونے والے بچے کے کفن دفن، غسل اور نام رکھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت حمل ضائع کروادے یا وہ خود ہی ضائع ہو جائے اور وہ بچہ مکمل نہ بنا ہو تو اُس کا نام رکھنے، کفن دفن، غسل دینے اور نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اُس کی نمازِ جنازہ

---

❶ حاشية الطّحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصّلاة، باب أحكام الجنائز، تحت قوله: وإنْ لم يتم خلقه، ص۵۹۸

نہیں پڑھی جائے گی اور نہ ہی اُسے سنّت کے مطابق کفن دینے کی ضرورت ہے، بس ویسے ہی اُسے نہلا کر ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے، اور اُس کا نام بھی رکھا جائے۔

چنانچہ نام رکھنے کے متعلق علاؤالدین علی بن حسام الدین برہانپوری ہندی متوفی ۹۷۵ھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیثِ پاک روایت کرتے ہیں: سَمُّوْا أَسْقَاطَكُمْ فَإِنَّهُمْ مِّنْ أَفْرَاطِكُمْ-❶

یعنی، نامکمل بچے جو گر جائیں اُن کے نام رکھو کیونکہ وہ آگے جا کر تمہارا انتظام کرنے والے ہیں۔

اور نمازِ جنازہ وغیرہ کے بارے میں علّامہ حسن بن منصور اُوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ ❷ لکھتے ہیں اور اُن کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت ❸ نے لکھا ہے: السّقط الّذي لَم تَتمّ أعضاؤهُ لَا يُصلّى عَليهِ بِاتّفاقِ الرّوايَاتِ وَالمخْتارُ أن يُغسّلَ ويُدفنَ مَلفُوفًا فِي خِرقةٍ-

---

❶ كنز العمال، كتاب النكاح من قسم الأقوال، الباب السابع فى بر الأولاد وحقوقهم، الفصل الأول فى الأسماء والكنى، برقم: ٤٥٢٠٦، ٨/ ١٦/ ١٧٥

❷ فتاوى قاضيخان على هامش الهندية، كتاب الصلاة، باب فى غسل الميت...إلخ، ١/ ١٨٦. ١٨٧

❸ الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثانى فى الغسل، ١/ ١٥٩

یعنی، حمل میں گر جانا والا ایسا بچہ جس کے سب اعضاء نہیں بنے تھے توباتفاقِ روایات یہ حکم ہے کہ اُس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی اور مختار یہ ہے کہ اُس کو نہلایا جائے گا اور کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیا جائے گا۔

اور علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: وَالسِقْط الّذِي لم يتمّ خَلْقه فِي غسلِه اخْتِلاف الْمَشَايخ وَالْمُخْتار أنّه يغسَل ويلفُ في خرقةٍ ولا يُصلّى عليه. ❶

یعنی، اور گرنے والا وہ بچہ جس کے اعضاء مکمل نہ بنے ہوں اُس کے غسل دینے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ اُسے غسل دیا جائے گا اور ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے گا اور اُس کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔

اور امامِ اجل شیخ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ تحریر فرماتے ہیں: السقط الذی لم يتمّ أعضاءه لايصلى عليه ولكن يغسّل هُو المختار و يُدفن فی خِرقة ❷

یعنی، ایسا گر جانے والا بچہ جس کے اعضاء مکمل نہ ہوئے ہوں اُس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی لیکن اُسے غسل دیا جائے گا یہی مختار ہے اور اُسے ایک کپڑے میں دفن کیا جائے گا۔

---

❶ حاشیۃعلی الدرر الحکّام، کتاب الصلاۃ،باب الجنائز،تحت قولہ:لم یستھل غسل، ۱/ ۱۶۵

❷ خلاصۃ الفتاوی،کتاب الصلوۃ،الفصل الخامس و العشرون فی الجنائز،الجنس الثانی فی غسل المیّت،۱/ ۲۱۹

اور علّامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ سے سوال ہوا: عَن السّقط إنْ ظهرَ خلقه ونزلَ میتاً هل یُصلی علَیه أمْ لا؟

یعنی، ایسا بچہ جس کی بناوٹ ظاہر ہو گئی ہو اور وہ مردہ پیدا ہوا، تو کیا اُس کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی یا نہیں؟

اِس کے جواب میں فرمایا: لا یصلی علَیه.❶

یعنی، اُس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔

اور علّامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: وإذَا استبَان بعضُ خَلقِه غُسّلَ وحُشرَ وهُو المْختارُ-❷

یعنی، جب بچہ کے بعض اعضاء ظاہر ہو جائیں تو اُسے غسل دیا جائے گا اور قیامت کے دن وہ اُٹھایا جائے گا، یہی مختار قول ہے۔

ایسے بچے کو غسلِ مسنون نہیں دیا جائے گا اور بعض جزئیات میں جو غسل دینے کا حکم بیان کیا ہے اُس سے کیا مراد ہے؟ اسے جاننے کے لئے " JIA-316 " کو ملاحظہ فرمائیں۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اُسے (مردہ پیدا ہونے والے بچہ کو) ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن

---

❶ الفتاویٰ الزینیة، کتاب الصّلاة، ص ۵۱

❷ الدّر المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، تحت قوله: غسل وسمّی، ص ۱۲۱

کر دیں گے، اُس کے لیے غسل و کفن بطریق مسنون نہیں اور نماز بھی اس کی نہیں پڑھی جائے گی۔ بچہ زندہ پیدا ہوا یا مُردہ اُس کی خلقت تمام ہو یا ناتمام بہر حال اُس کا نام رکھا جائے اور قیامت کے دن اُس کا حشر ہو گا۔ 1

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

روزے میں قے آجانے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ اگر روزے کی حالت میں اُلٹی آجائے تو روزے پر کیا اثر پڑے گا؟

(سائل: محمد حسین قادری، خادم درگاہ طرطوسی قادری، ملیر سٹی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں روزے دار کو اَز خود کتنی ہی قے آجائے، اِس سے اُس کے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، ہاں اگر کوئی روزہ یاد ہوتے ہوئے قصداً (جان بوجھ کر) قے کرے اور وہ قے منہ بھر ہو تو اُس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، ورنہ نہیں۔

چنانچہ امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (فإنْ ذرعَه القيءُ لمْ يُفطرْ) لقَولِه صلّى الله عَليه وسلّم: "مَنْ قَاءَ فَلَا قَضَاءَ عَلَيهِ وَمَنْ اسْتَقَاءَ عَامِدًا فَعَلَيهِ الْقَضَاءُ" (فإنْ استقَاء عَمداً ملءَ فيهِ فعَليْه القضاءُ) لِما رَوينَا والقيَاس مَترُوك بِه ولا كفّارةَ عليهِ. 2

---

1 بہارِ شریعت، نمازِ جنازہ کا بیان، ۱/۴/۸۴۱

2 بداية المبتدى وشرحه الهداية، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفّارة،

یعنی، اگر کسی کو بلا اختیار قے ہو گئی تو اُس کا روزہ نہیں ٹوٹا؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے "جسے قے آئے اُس پر قضاء نہیں اور جو جان بوجھ کر قے کرے تو اُس پر قضاء ہے" ❶ پس اگر کسی نے عمداً منہ بھر قے کی، تو اُس پر روزے کی قضاء لازم ہے اُس حدیث کی وجہ سے جس کو ہم روایت کر چکے ہیں اور حدیث شریف کے سبب قیاس کو ترک کیا گیا ہے اور اُس پر کفارہ واجب نہیں ہو گا۔

اور علّامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: ذرعَه القيءُ وعادَ بغيرِ صُنعِه وَلو ملأ فَاهُ فى الصّحيح. ❷

یعنی، صحیح قول کے مطابق کسی کو از خود قے ہو گئی اور وہ بغیر اُس کے عمل کے لوٹ گئی تو اِس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اگرچہ وہ منہ بھر ہو۔

اور علّامہ عثمان بن یعقوب بن حسین الکماخی ثم الاسلامبولی حنفی متوفی ۱۱۷۱ھ اِس کے تحت لکھتے ہیں: وهٰذا عند محمّد لأنّه لم يُوجد صُورة الفطر وَهو الابتلاع وَلا معنَاه لأنّه لَا يتَغذّى به. ❸

۱۴۹/۲.۱

❶ سُنَن التّرمذی، کتاب الصّوم، باب ما جاء فیمن استقاء عمداً، برقم: ۷۲۰، ۱/ ۵۱۳
سُنَن أبی داود، کتاب الصوم، باب الصائم یستقیء عامداً، برقم: ۲۳۸۰، ۲/ ۵۳۹
سُنَن ابن ماجة، کتاب الصیام، باب ما جاء فی الصّائم یقیء، برقم الحدیث: ۱۶۷۸، ۲/ ۳۲۵
سُنَن الدّارمی، کتاب الصّوم، باب الرّخصة فیه، برقم: ۱۷۲۹، ۲/ ۱۴

❷ نُور الإیضاح، کتاب الصّوم، باب باب ما لا یفسد الصّوم، ص۱۵۸

❸ سلّم الفلاح شرح نور الإیضاح، باب فی بیان أحکام أی الفعل الذی

یعنی، اور یہ امام محمد کے نزدیک ہے؛ کیونکہ روزہ توڑنے کی صُورت نہیں پائی گئی اور وہ نگلنا ہے اور (یہاں نگلنے) کے کوئی معنیٰ نہیں؛ کیونکہ اُسے غذا نہیں بنایا جاتا۔

اور علاّمہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علاّمہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:(وإن ذرعه القيءُ وخرجَ) ولم يعدْ (لَا يُفطِر مطلقاً) ملأ أو لأ. ❶

یعنی، اگر بلا اختیار قے ہو گئی اور حلق میں نہ لوٹی تو مطلقاً روزہ نہیں ٹوٹے گا خواہ منہ بھر ہو یا منہ بھر نہ ہو۔

اور آگے لکھتے ہیں:(وإن استقَاء) أي طلبَ القَيء (عَامداً) أي متَذكّراً لصَومِه (إن كانَ ملءُ الفَم فسدَ بالإجمَاعِ) مُطلقاً (وإن أقلّ لا). ❷

یعنی، اور اگر قصداً یعنی از خود قے کی یعنی یہ یاد رہتے ہوئے کہ وہ روزے سے ہے تو اگر قے منہ بھر ہے، تو بالاجماع روزہ ٹوٹ گیا اور اگر منہ بھر سے کم ہے، تو نہیں ٹوٹتا۔

اور مندرجہ بالا حدیث شریف کے تحت ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ

لایفسدالصوم،تحت قوله:في الصحيح،ق١٨٤/ ألف،مخطوط مصوّر

❶ تنوير الأبصار مع شرحه الدّر المختار،كتاب الصّوم،باب ما يفسد الصّوم وما لا يفسده،ص١٤٨

❷ تنوير الأبصار مع شرحه الدر المختار،كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده،ص ١٤٨

لکھتے ہیں:قَال ابنُ الملكِ:والأكثَر عَلى أنه لَا كفَارة عَليه، وفِي "شرحِ السنّة" عَمل بظَاهِر هذَا الحُدِيث أهْل العِلم فَقالوْا مَن استقَاء فعليهِ القضَاء وَمنْ ذرعَه فَلا قضاءَ عَليهِ لمْ يختلفُوا فِيه. (1)

یعنی،علّامہ ابن ملک علیہ الرحمہ نے فرمایاکہ اکثر اِس پر ہیں کہ جو عمداً قے کرے اُس پر کفّارہ نہیں،اور"شَرْحُ السُّنَّةِ"(2) میں ہے کہ اِس حدیث کے ظاہر پر اہل علم کا عمل ہے پس اُنہوں نے کہاکہ جو جان بوجھ کر قے کرے اُس پر قضاء واجب ہے اور جسے اَزخود قے آئے اُس پر قضاء نہیں،اوراس بارے میں کسی نے اختلاف نہیں کیاہے۔

اور مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:اِسی پر چاروں اماموں کا عمل ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ یاد ہوتے ہوئے عمداً قے کرے تو روزہ جاتا رہے گا ؛کیونکہ قے کا کچھ غیر محسوس حصہ حلق میں واپس لوٹ جاتا ہے جس کا احساس نہیں ہوتا جیسے سونا وضو توڑ دیتا ہے کہ اِس میں اکثر ریح نکل جاتی ہے مگر احساس نہیں ہوتا،ہاں امام ابو یوسف نے عمد کے ساتھ منہ بھر قے ہونے کی پابندی لگائی ہے مگر قے کر دینے سے صرف قضا واجب ہو گی کفّارہ نہ ہو گا۔(3)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: قصداً بھر

(1) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،كتاب الصّوم،باب تنزيه الصّوم،الفصل الثاني،تحت قوله:فليقض،٤/ ٤٣٧
(2) شرح السنّة للبغوى،كتاب الصّيام،باب الصّائم يستقى،٣/ ٤٩٠
(3) مرأة المناجيح شرح مشكاة المصابيح،كتاب الصّوم،باب تنزيه الصّوم،الفصل الثاني،٣/ ١٧٦

موںھ بھر قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو مطلقاً روزہ جاتا رہا اور اِس سے کم کی تو نہیں اور بلا اختیار قے ہو گئی تو بھر موںھ ہے یا نہیں اور بہر تقدیر وہ لوٹ کر حلق میں چلی گئی یا اُس نے خود لوٹائی یا نہ لوٹی، نہ لوٹائی تو اگر بھر موںھ نہ ہو تو روزہ نہ گیا، اگرچہ لوٹ گئی یا اُس نے خود لوٹائی اور بھر موںھ ہے اور اُس نے لوٹائی، اگرچہ اس میں سے صرف چنے برابر حلق سے اُتری تو روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔ (1)

اور مفتی محمد وقارالدین قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: خود بخود "قے" ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، چاہے منہ بھر کر ہو یا نہ ہو۔ قصداً قے کرنے سے اور "قے" منہ بھر کر ہو تو بالاتفاق روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور منہ بھر نہ ہو صحیح مذہب پر نہیں ٹوٹتا ہے۔ (2)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

٦ رمضان المبارک ١٤٢١ھ. ٣ دسمبر ٢٠٠٠م JIA-18

روزے میں کھانے کے ذرّات حلق سے اُترنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کھانے کے وقت دانتوں میں ذرّات رہ جاتے ہیں، جب تک دانتوں کی صحیح طور پر صفائی نہ کی جائے وہ نکلتے نہیں اگر روزہ کی حالت میں حلق سے نیچے اتر جائیں تو روزہ کا کیا حکم ہو گا؟ (سائل: محمد آصف مدنی، اولڈ ٹاؤن، کراچی)

---

(1) بہارِ شریعت، روزہ کا بیان، چاند دیکھنے کا بیان، روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان، ۱/۵/۹۸۸

(2) وقار الفتاویٰ، کتاب الصوم، ۲/۴۳۰

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں حلق سے نیچے اترنے والے ذرّات چنے کے برابر یا زیادہ ہوں تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر اِس سے کم ہوں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (لَو أكل لحمًا بينَ أسنانِه فإن كانَ قليلًا لَم يُفطِر وإن كانَ كثيرًا يُفطِر) وقَال زُفر: يُفطِر في الوَجهينِ لأنّ الفمَ له حكمُ الظّاهرِ حتّى لَا يفسُدَ صومُه بالمَضمضةِ. ولنَا أنّ القليلَ تابعٌ لأسنانِه بمنزلةِ ريقِه بخلافِ الكَثيرِ لأنّه لَا يبقَى فيمَا بينَ الأسنانِ، و الفَاصلُ مقدارُ الحِمّصة ومَا دُونهَا قَليْل-1

یعنی، اگر روزے میں دانتوں کے مابین لگا ہوا گوشت کھالیا اور وہ تھوڑا تھا تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر زیادہ تھا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، امام زفر نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اِس لئے کہ منہ کے لیے ظاہری بدن کا حکم ہے اِسی لئے کُلی کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ تھوڑا اُس کے دانتوں کے تابع ہو کر اُس کے تھوک کے درجے میں ہے، برخلاف زیادہ کے؛ کیونکہ زیادہ دانتوں کے درمیان باقی نہیں رہتا اور تھوڑے اور زیادہ کے درمیان حدِ فاصل چنے کی مقدار ہے اور جو اِس سے کم ہو وہ تھوڑا ہے۔

---

1 بداية المبتدی وشرحه الهداية، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفّارة، ١/١٤٨، ١٤٩

اورامام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ [1] اوراُن کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت [2] نے لکھاہے:إنْ أكلَ مَا بينَ أسنانِه لَمْ يُفسِد إنْ كانَ قليلًا وإنْ كانَ كثيرًا يُفسِد، و الحِمّصةُ ومَافوقهَا كثيرٌ ومَا دُونَها قليلٌ-[واللفظ للهندية]

یعنی،دانتوں کے درمیان جوکچھ رہ گیااگروہ تھوڑاہےتواُس کے کھانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتااوراوراگرزیادہ ہےتوفاسد ہوجاتاہےاورچنے کے برابریااُس سے زیادہ ہوتوبہت ہےاوراگرکم ہوتوتھوڑاہے۔

اورعلّامہ محمدبن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اورعلّامہ علاءالدین محمدبن علی حصکفی حنفی متوفی۱۰۸۸ھ [3] لکھتےہیں:(ابتلعَ مَا بينَ أسنانِه وهُو دونَ الحِمّصة) لأنّه تبعٌ لريقِه ولَو قدرهَا أفطرَ-

یعنی،جودانتوں کےدرمیان رہ گیا،وہ چنےسے کم ہو(تواُس کے کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا)؛کیونکہ یہ تھوک کے تابع ہےاوراگرچنےکےبرابرہوتوروزہ ٹوٹ جائے گا۔

اوردانتوں کےدرمیان چنےکےبرابررہ جانےوالی کسی شے کوکھانے سے روزہ ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ اتنی مقدارمیں کسی شے سے بچناممکن ہےجب کہ اِس

---

[1] الكافي للنسفي،كتاب الصوم،باب ما يوجب القضاء والكفارة، ۱/ ۲۰۳/ ب
[2] الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد،۱/ ۲۰۲
[3] تنوير الأبصار وشرحه الدر المختار، كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده،ص ۱٤٥

سے قلیل شے سے بچنا ناممکن ہے اور اتنی قلیل سے فی نفسہ کھانا مقصود بھی نہیں ہوتا۔

چنانچہ امام ابوالحسین احمد بن محمد بغدادی قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں: الوَجه فی ذٰلك: أنّ الیسیرالّذی یبقیٰ بینَ أسنان، لیس بمقصُودٍ فی نفسه ولایمکِنه الاحترَازمنه کالرّیق ولأنه منْ بقَایاماکانَ مباحاً والاحتِرازمنه غیرممکنٍ فهُوکالقلیل الّذی یبقیٰ فی فمِه من الأکل والمضمَضة ولیس کذٰلك إذاکَان أکبرمن الحمصَة؛لأنّ هذا لیس بمعتادٍ ولأنّه یمکن الاحترازمِنه فصَارکبعض ماءالمضمَضة إذابقِی ولاکفّارة فیه ولأنه غَیر مقصودٍ بالأکْل کالطّین.[1]

یعنی، روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ تھوڑی سی شے جو دانتوں کے درمیان باقی رہ جائے، وہ فی نفسہ مقصود نہیں ہوتی اور اُس سے بچنا ممکن نہیں ہوتا جیسے تھوک اور اس وجہ سے بھی کہ یہ اُس کا بقایا ہے جو مباح ہے اور اس سے بچنا ممکن نہیں ہے تو یہ اُس قلیل کی طرح ہے، جو منہ میں کھانے اور کلی کے بعد باقی رہ جاتا ہے اور معاملہ اِس طرح نہیں ہے جب کہ وہ چنے سے بڑا ہو؛ کیونکہ یہ عادۃً نہیں ہے اور اس (چنے سے بڑی شے سے روزہ ٹوٹنے کی) وجہ یہ ہے کہ اِس سے بچنا ممکن ہے تو یہ باقی رہنے والے کلی کے پانی کی طرح ہوگیا اور اس میں کوئی کفارہ نہیں ہوتا؛ کیونکہ یہ مٹی کی طرح مقصود نہیں ہوتا۔

اِسی طرح علامہ عبدالحمید حنفی متوفی ۱۲۲۰ھ نے اپنے فتاویٰ میں نقل

---

[1] شرح مختصرالکرخی، کتاب الصیام، باب مایفسد الصوم، فصل مایصل إلی الجوف...إلخ، ۲/۳۱۳

فرمایا ہے۔ [1]

اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: لأنّه قليلٌ لَا يمكنُ الاحترازُ عنهُ فجُعل بمَنزلةِ الرّيقِ۔ [2]

یعنی، کیونکہ چنے کی مقدار سے کم ہو تو اُس سے بچنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اُسے تھوک کے درجے میں رکھا گیا ہے۔

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۲۸/ رمضان المبارك، ۱٤۲۳ھـ-٤٠/ دسمبر، ۲۰۰۲م　　　　JIA-379

روزہ توڑنے کی نیت کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کوئی شخص صرف روزہ توڑنے کی نیت کرے تو اُس سے کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

(سائل: عباد الحق، کھارادر، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

چنانچہ علّامہ شمس الائمہ ابو بکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: إذا أصبحَ ناويًا للصّومِ ثُمّ نوَى الفِطرَ لَا يبطلُ بهِ صومُه عندَنا. وقالَ الشّافعي رحمَه اللهُ تَعالى يبطلُ فإنّ الشُّروعَ فِي الصّومِ لَا يستَدعي فعلاً سِوى نيّةِ الصّومِ فكذلكَ الخُروج لَا يستدعِي فعلاً سوَى

---

[1] الفتاوى الإقناعيّة، كتاب الصوم، فصل فيما يفسد الصوم وما لا يفسده، ۱/ ۲۵۳

[2] ردّ المحتار على الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب: يكره السهر إذا خاف فوت الصبح، تحت قوله: لأنه تبع لريقه، ۳/ ٤۲۲

النّيةِ؛ ولأنّ النّية شَرط أداءِ الصّوم، وقَد أبدلَه بضِده وبدُونِ الشرطِ لا تتأدّى العبادةُ. (ولنَا) الحَديث الّذي روينَا: «الْفِطْرُ مِمَّا يَدْخُلُ» وبنيّته مَا وصلَ شيءٌ إلى باطنِه، ثُمّ هٰذا حَديث النّفسِ. وقَال النّبيُ صلّى اللهُ عليهِ وسلّم «إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا، مَا لَمْ يَعْمَلُوْا أَوْ يَتَكَلَّمُوْا» وكمَا أنّ الخُروجَ مِن سَائرِ العباداتِ لَا يكونُ بمجرّدِ النّيةِ فكذلكَ مِن الصّومِ. ❶

یعنی، کوئی شخص صبح روزے کی نیت کرے پھر روزہ توڑنے کی نیت کرے تو ہمارے نزدیک اُس کا روزہ فاسد نہیں ہو گا۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ روزہ فاسد ہو جائے گا کہ جب روزہ شروع ہونا نیت کے علاوہ کسی عمل کا تقاضہ نہیں کرتا تو اِسی طرح روزے سے نکلنا بھی نیت کے علاوہ کسی عمل کا تقاضہ نہیں کرے گا۔ اور اس لئے کہ روزہ ادا ہونے کیلئے نیت شرط ہے اور اُس نے نیت کو اُس کی ضد کے ساتھ بدل دیا ہے اور شرط کے بغیر عبادت ادا نہیں ہوتی ہے۔ اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے ہم نے روایت کیا کہ روزہ بدن میں کوئی شے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے۔ ❷ اور روزہ توڑنے کی نیت کی بناپر کوئی چیز بھی بدن میں داخل نہیں ہوئی اور پھر یہ دل کا خیال ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے میری اُمّت کے اُن خیالات کو معاف فرمادیا ہے جو اُن کے دلوں میں پیدا ہوتے

---

❶ المبسوط للسرخسي، كتاب الصوم، ٢/ ٣/ ٨٠

❷ المصنّف لابن أبي شيبة، كتاب الصيام، باب من رخص للصائم أن يحتجم، برقم: ٩٤١١، ٦/ ٢١٦

ہیں جب تک وہ اُن پر عمل یا کلام نہ کریں۔" 1 اور جس طرح بقیہ تمام عبادات سے محض نیت کے ذریعے نکلنا نہیں ہوتا اِسی طرح روزے میں بھی ہے۔

اور امام ابوالحسین احمد بن محمد بغدادی قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں: قَال أبُو الحَسنِ رحمَه اللهُ: إذَا نوَى الصّائمُ الفطرَ ولَمْ يحدث شيئًا غَير النّيةِ فصَومه تَامٌ. وقَال الشّافِعي: يبطُل صَومه. لنَا: أنّ هذِه عبادَة يجبُ بإفسادها الكفّارَة، فلَم يخرج منهَا بنيّةِ الإفسادِ كالحَجّ. 2

یعنی، امام ابوالحسن رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: روزے دار جب افطار کی نیت کرے اور کچھ نہ کرے تو اُس کا روزہ باقی رہے گا۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اُس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ روزہ ایک عبادت ہے جس کو توڑنے سے کفّارہ واجب ہوتا ہے، لہٰذا وہ حج کی طرح روزہ توڑنے کی نیت سے روزے سے باہر نہیں ہو گا۔

اور امام ابویعقوب یوسف بن علی جرجانی حنفی متوفی بعد سنۃ ۵۲۲ھ لکھتے ہیں: ولَا يَخرج مِن الصّومِ بنيّةِ الفطرِ. 3

یعنی، روزہ توڑنے کی نیّت سے روزہ دار روزے سے نہیں نکلے گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

---

1 صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب الطّلاق فى الإغلاق والكرة إلخ، برقم: ٥٢٦٩، ٣/ ٤١٦

2 شرح مختصر الكرخي، كتاب الصيام، باب الدخول فى الصوم، فصل: نية الصائم الفطر فقط، ٢/ ٣٠٢

3 خزانة الأكمل، كتاب الصوم، ١/ ٣٢٧

والدین کے منع کرنے پر نفلی روزہ رکھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں نابالغ بچے نے نفلی روزہ رکھنے کا ارادہ کیا اور والدین نے مرض وغیرہ کے خوف سے اُسے روزہ رکھنے سے منع کیا تو کیا اُن کا کہا مانے اور روزہ نہ رکھے یا کہا نہ مان کر روزہ رکھ لے؟ (سائل: سیّد محمد طاہر نعیمی، موسیٰ لین، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں والدین کی بات مان کر روزہ نہ رکھے۔

چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
قلتُ: وينبغِي أنّ أحد الوالدَينِ إذا نَهى الولدَ عن الصّوم خوفًا عليه مِن المَرَض أن يكونَ الأفضلُ إطاعتَه۔[1]

یعنی، میں کہتا ہوں کہ والدین میں سے کوئی ایک جب بچے کو مرض کے خوف سے روزہ رکھنے سے منع کرے تو افضل یہ ہے کہ وہ اُس کی اطاعت کرے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: ماں باپ اگر بیٹے کو روزۂ نفل سے منع کر دیں، اِس وجہ سے کہ مرض کا اندیشہ ہے تو ماں باپ کی اطاعت کرے۔[2]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

---

[1] ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الصّوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، فصل فى العوارض المبيحة لعدم الصوم، تحت قوله: فأقام ونوى الصوم فى وقتها، ۳/ ۴۷۸

[2] بہار شریعت، روزہ کا بیان، سحری و افطاری کا بیان، ۱/ ۵/ ۱۰۰۸

یوم الإثنین،۲۹/ رمضان المبارک،۱٤۲۷ھ-۲۳/ اکتوبر،۲۰۰٦م 214-F

تاجر اپنے مالِ تجارت کی زکوٰۃ کیسے نکالے؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ دکاندار کی دکان پر جو سامان ہوتا ہے وہ کم زیادہ ہوتا رہتا ہے لہٰذا پوچھنا یہ ہے کہ سال کے آخر میں زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے گی جبکہ درمیانِ سال دکان کے مال میں کمی بیشی ہوتی رہی تھی اور زکوۃ کی ادائیگی کے وقت کس قیمت کا اعتبار کیا جائے گا؟

(سائل: علی محمد کچھی، محمدی کالونی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں سال کے شروع اور آخر میں نصاب مکمل ہو تو دکان میں موجود تمام مال کی سال گزرنے پر جو قیمت ہو گی اُس کا چالیسواں حصہ بطورِ زکوۃ دینا واجب ہے ورنہ نہیں۔

چنانچہ امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغیانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (وإذَا كانَ النّصابُ كاملاً فِي طَرفِي الحَولِ فنُقصانُه فيمَا بينَ ذلكَ لَا يُسقِط الزّكاةَ) لأنّه يشقّ اعتبارُ الكمالِ فيْ أثنائِه إذا لَا بدّ مِنه فِي ابتدائِه للانعقادِ وتحقّق الغِنى وفِي انتهائِه للوُجوبِ، ولَا كذلكَ فيمَا بينَ ذلكَ لأنّه حالةُ البقاءِ، بخلافِ مَا لَو هلكَ الكُلّ حيثُ يبطلُ حكمُ الحَولِ، ولَا تجبُ الزّكاةُ لانعدامِ النّصابِ فِي الجُملةِ، ولَا كذلكَ فِي المَسألةِ الأولَى لأنّ بعضَ النّصابِ باقٍ فيَبقى

الانعقادُ-❶

یعنی، اگر سال کے اوّل و آخر میں نصاب کامل ہو، تو درمیانِ سال میں نصاب کا کم ہونا زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرے گا؛ کیونکہ اثنائے سال میں نصاب مکمل ہونے کا اعتبار کرنا دشوار ہے۔ بہرحال ابتدائے سال میں وُجوبِ زکوٰۃ کا سبب منعقد ہونے اور مالداری ثابت ہونے کیلئے نصاب کا مکمل ہونا ضروری ہے، جبکہ سال کے آخر میں وُجوبِ زکوٰۃ کیلئے اس کا مکمل رہنا ضروری ہے اور ابتداء و انتہاء کے مابین ایسا نہیں ہے، اِس لئے کہ وہ بقاء کی حالت ہے بر خلاف اُس صورت کے جب مکمل مال ہلاک ہو جائے؛ کیونکہ اُس وقت سال کا حکم باطل ہو جائے گا اور زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی کیونکہ نصاب مکمل ہی معدوم ہے اور پہلے مسئلہ میں ایسا نہیں ہے اِس لئے کہ بعض نصاب باقی ہے لہٰذا انعقاد باقی رہا۔

سال گزرنے پر زکوٰۃ ادا کرے گا تو مال کی اُس وقت جو قیمت ہو گی اُسی کا اعتبار ہو گا

چنانچہ امام یوسف بن عمر کادوری حنفی متوفی ۸۳۲ھ ❷ اور اُن کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❸ نے لکھاہے: وتُعتبَرُ القِيمةُ عندَ حولانِ الحَوْلِ.

یعنی، مالِ تجارت میں سال گزرنے پر جو قیمت ہو گی اُس کا اعتبار ہے۔

---

❶ بداية المبتدي وشرحه الهداية، كتاب الزكاة، فصل العروض، ١/ ١٢٧

❷ جامع المضمرات في شرح مختصر القدوري، كتاب الزكاة، باب زكاة العروض، تحت قوله: يقومها بما هو الأنفع إلخ، ٢/ ٣٧٤

❸ الفتاوى الهندية، كتاب الزكاة، الباب الثالث في زكاة الذهب والفضة، الفصل الثاني في العروض، ١/ ١٧٩

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

١٦/ رجب المرجب،١٤٤٣ھ۔١٣/ ستمبر،٢٠٠٣م JIA-481

شرعی فقیر کو بغیر بتائے زکوٰۃ دینا کیسا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس بارے میں کہ ایک مستحق زکوٰۃ عورت جس کا شوہر زندہ ہے مگر کبھی ملازمت پر ہوتا ہے تو کبھی بے روزگار، کیا ایسی عورت صدقہ وزکوٰۃ لے سکتی ہے؟ نیز جب کبھی اُس عورت کو صدقہ یا زکوٰۃ دیا جائے تو اس کو بتانا ضروری ہے یا بغیر بتائے بھی دے سکتے ہیں؟ برائے مہربانی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔ (سائل: انور حسین قادری رضوی عطاری، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ عورت مالکِ نصاب نہیں، تو وہ زکوٰۃ اور صدقات لے سکتی ہے ورنہ نہیں، اور دیتے وقت اُسے زکوٰۃ یا صدقہ بتا کر دینا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ صرف نیّت کافی ہے۔

چنانچہ علامہ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ [1] لکھتے ہیں اور اُن کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت [2] نے لکھا ہے: شَرطُ أدائِها نيّةٌ مقارِنةٌ للأداءِ أو لعَزلِ ما وجبَ.

یعنی، زکاۃ دیتے وقت یا اُس کی ادائیگی کیلئے مال علیحدہ کرتے وقت نیّتِ زکوٰۃ شرط ہے۔

---

[1] كنز الدقائق، كتاب الزكاة، ص ٢٠٣

[2] الفتاوى الهندية، كتاب الزكاة، الباب الأوّل في تفسيرها وصفتها وشرائطها، ١/ ١٧٠

اِس کے تحت علّامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ (1) لکھتے ہیں اوراُن کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی اور علمائے ہند کی ایک جماعت (2) نے لکھاہے[واللفظ للهندية]: و مَن أعْطى مِسكيناً دراهمَ و سمّاهَا هبةً أو قَرضاً و نَوى الزّكوةَ فإنّها تجزِ يه وهُو الأصحُّ.

یعنی، اگر کسی نے مسکین کو ہبہ (تحفہ) یا قرض کہہ کر کچھ رقم دی اور نیت زکوٰۃ کی ہو، توز کوٰۃ ادا ہو جائے گی اور یہی اصح قول ہے۔

اور علّامہ محمد شہاب الدین بن بزار کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں: والعبرةُ لنيّةِ الدّافعِ لَا لعلمِ المدفُوعِ إليه حتّى لَو قَال لمُحترم وَهبتُ لكَ هذَا الشيءَ أَو أقرضتُك و يَنوى بِه الزّكوةَ وقعَ عنِ الزّكوةِ. (3)

یعنی، زکوٰۃ جسے دی جائے اُسے معلوم ہونے کا اعتبار نہیں بلکہ دینے والے کی نیت معتبر ہے، یہاں تک کہ اگر دینے والا یہ کہے کہ میں نے یہ چیز تمہیں ہبہ کی یا قرض کے دی اور نیت زکوٰۃ کی ہو، توز کوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: لا اعتبارَ للتسميةِ؛ فلو سمّاها هبةً أو قرضاً تجزيه في الأصحِّ- (4)

یعنی، نام لینے کا اعتبار نہیں ہے، پس اگر کوئی مالِ زکوٰۃ کو تحفہ یا قرض کہہ

---

(1) الفتاوی الهندية، كتاب الزكاة، الباب الأوّل فی تفسرها و صفتها و شرائطها، ۱/ ۱۷۱
(2) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الزكاة، تحت قوله: وشرط أدائها، ۲/ ۳۷۰
(3) الفتاوی البزازية على هامش الهندية، كتاب الزكاة، الفصل الثانی فی المصرف، ٤/ ۸٦.۸۷
(4) ردّالمحتار على الدّرالمختار، كتاب الزكاة، مطلب: فی زكاة ثمن المبيع وفاء، تحت قوله: نية، ۳/ ۲۲۲

کردے، جب بھی اصح قول کے مطابق زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: زکاۃ دینے میں اِس کی ضرورت نہیں کہ فقیر کو زکاۃ کہہ کر دے، بلکہ صرف نیّتِ زکاۃ کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہبہ یا قرض کہہ کر دے اور نیّت زکاۃ کی ہو ادا ہو گئی۔ (1)

والله تعالى أعلم بالصواب

۱۶/ ذوالقعدة الحرام ۱۴۲۲ھ، ۳۱ جنوری ۲۰۰۲م　　JIA-202

گھریلو استعمال کی اشیاء پر زکوۃ کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ گھریلو استعمال کے فریج، ٹیپ ریکارڈ، ریڈیو اور واشنگ مشین پر زکوۃ ہو گی یا نہیں؟　　(سائل: محمد سلیم، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں مذکورہ چیزوں اور اس کے علاوہ گھریلو سامان پر زکوۃ واجب نہیں، اگرچہ استعمال میں نہ ہوں، کیونکہ یہ سب مالِ غیر نامی ہیں، جبکہ مالِ نامی ہونا وُجوبِ زکوۃ کی شرائط میں سے ہے۔

چنانچہ امام ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: وشَرطُ وجُوبِها: العَقلُ والبُلوغُ والإسلامُ والحُريةُ و مِلكُ نِصابٍ حَولى فارِغٍ عنِ الدّينِ وحَاجتِه الأصلِية نامٍ ولَو تقْديراً. (2)

یعنی، وُجوبِ زکوۃ کیلئے عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا، آزاد ہونا، سال کے شروع اور آخر میں مالکِ نصاب ہونا، اور اُس نصاب کا دَین اور اُس کی ضروریاتِ

---

(1) بہار شریعت، زکاۃ کا بیان، ۱/ ۵/ ۸۹۰

(2) کنز الدّقائق، کتاب الزکاۃ، ص ۲۰۳

زندگی سے فارغ ہونا شرط ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ مالِ نامی (بڑھنے والا مال) ہو، اگرچہ تقدیری طور پر۔

اور علّامہ ابو السعود محمد بن علی بن علی بن حسن شرنبلالی سیّد شریف حسینی مصری حنفی متوفی ۱۱۷۲ھ لکھتے ہیں: وَسبَب وُجوبها المال النّامی تحقیقاً أو تقدِیراً بدلیل الإضَافة إلَیه. ❶

یعنی، زکوۃ واجب ہونے کا سبب مالِ نامی ہے خواہ تحقیقاً ہو یا تقدیراً ہو؛ کیونکہ مال کی طرف ہی اِس کی اضافت ہوتی ہے۔

اور اضافت کے بارے میں علّامہ محمد رویٖنی حنفی متوفی ۹۲۵ھ لکھتے ہیں: وَلذا تضَاف إلی المال یُقال زکَاة المالِ. ❷

یعنی، زکوۃ کی مال کی طرف اضافت ہوتی ہے اِسی وجہ سے اِسے مال کی زکوۃ کہا جاتا ہے۔

علّامہ عبد الرحمن بن محمد کلیوبی حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں: السَّبب هُو المال النّامِی فَلا بدَّ مِنه تحقیقاً أو تقدیراً فإن لَم یتَمکّن مِن الاستِمناءِ لَا زکَاة عَلیه لفقدِ شرطِه کَما فِی "المنحِ". ❸

یعنی، زکوۃ واجب ہونے کیلئے مالِ نامی ہونا سبب ہے، پس ضروری ہے کہ حقیقۃً بڑھے یا حکماً، پس اگر وہ مالِ نامی پر قادر نہ ہو تو اُس پر زکوۃ واجب ہونے کی شرط

---

❶ حاشیۃ أبو السعود علی فتح المعین، کتاب الزکاۃ، تحت قولہ: وقیل إیتاءہ

❷ زاد الغریب الضائع مختصر البدائع، کتاب الزکوۃ، أماسبب الوجوب، ق۴۸/ ب، مخطوط

❸ مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الزکاۃ، تحت قولہ: ولو تقدیراً، ۱/ ۲۸۶

مفقود ہونے کے سبب زکوۃ لازم نہیں ہو گی، جیسا کہ "منح الغفار" ❶ میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: زکاۃ واجب ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں: مسلمان ہونا، بلوغ، عقل، آزاد ہونا، مال بقدرِ نصاب اُس کی ملک میں ہونا، پورے طور پر اُس کا مالک ہو یعنی اس پر قابض بھی ہو، نصاب کا دین سے فارغ ہونا، نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو، مالِ نامی ہونا یعنی بڑھنے والا خواہ حقیقۃً بڑھے یا حکماً یعنی اگر بڑھانا چاہے تو بڑھائے یعنی اس کے یا اُس کے نائب کے قبضہ میں ہو، سال گزرنا۔ ❷

اور مفتی محمد وقار الدین قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: ٹی وی، فریج اور واشنگ مشین وغیرہ گھریلو سامان ہیں، خواہ اِن سے کام لیتا ہو یا نہ لیتا ہو سب مالِ غیر نامی ہیں، لہٰذا ان چیزوں پر زکوۃ نہیں۔ (وقار الفتاویٰ، کتاب الزکوۃ، ۲/۳۸۹، مطبوعہ: بزم وقار الدین، کراچی، اشاعت اوّل: ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸م)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

٦ رمضان المبارک ١٤٢١ھ۔ ٣ دسمبر ٢٠٠٠م Jia:17

قُرآن وسنّت سے وُجوبِ عُشر کا ثبوت

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا عُشر کا لُزوم قُرآن وسنت سے ثابت ہے؟

(سائل: محمد شاہد، گلشن قادری، ملیر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: عُشری زمین میں عُشر کا وُجوب قُرآن

---

❶ منح الغفّار شرح تنویر الأبصار، کتاب الزکوۃ، تحت قولہ: ولو تقدیراً، ق۱۲۷/ ألف

❷ بہارِ شریعت، زکاۃ کا بیان، ۱/۵/۸۷۵۔۸۸۴

وسنّت سے ثابت ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ. ❶

ترجمہ، اور اُس کا حق دو جس دن کٹے۔ (کنز الایمان)

اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: فإنّ عَامّةَ المفسّرينَ على أنّه العُشر أوْ نصفُه. ❷

یعنی، اکثر مفسّرین اِس پر ہیں کہ یہ حق دسواں یا بیسواں حصہ ہے۔

اور علّامہ شامی لکھتے ہیں: وهُو مجملٌ بيّنهُ قولُه صلّى اللهُ عليهِ وسلّم: مَا سَقَتْ السّمَاءُ فَفِيْهِ الْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِغَرْبٍ أوْ دَالِيَةٍ فَفِيْهِ نِصْفُ الْعُشْرِ. ❸

یعنی، اور یہ آیتِ کریمہ مجمل ہے جسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فرمان نے بیان فرمایا: "جسے بارش نے سیراب کیا پس اُس میں عُشر واجب ہے اور جو بڑے ڈول یا دالیہ (یعنی، وہ ڈول کہ جسے جانور کھینچتے ہیں، اُس) سے سیراب کی گئی ہو تو اُس میں نصف عُشر واجب ہے"۔

اِسے امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اپنی "مسند" ❹ میں روایت کیا ہے۔

اور مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی ۱۳۹۱ لکھتے ہیں: یہ آیت امام صاحب کی قوی دلیل ہے کہ ہر پیداوار میں زکوٰۃ ہے کم ہو یا زیادہ، اُس کے پھل سال تک رہیں یا نہ رہیں کیونکہ ربّ نے بغیر قید سب پر فرمایا۔ "وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ

---

❶ الأنعام: ٦/ ١٤١

❷ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الزكاة، باب العشر، تحت قوله: يجبُ العشر، ٣/ ٣١٢

❸ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الزكاة، باب العشر، تحت قوله: يجبُ العشر، ٣/ ٣١٢

❹ المسند لأحمد، مسند على بن أبي طالب رضى الله عنه، ٢/ ٤٠٠

یعنی، اُنہوں نے سُنا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن زمینوں کو نہریں اور بارش سیر اب کریں، اُن میں عُشر ہے اور جو زمینیں اُونٹ کے ذریعے سیر اب کی جائیں، اُن میں نصف عشر ہے۔

اور علامہ علاؤالدین علی بن حسام الدین شاذلی ہندی متوفی ۹۷۵ھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں: فِي كُلِّ شَيْءٍ أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ الْعُشْرُ، أَوْ نِصْفُ الْعُشْرِ. (1)

یعنی، ہر اُس شے میں جسے زمین نے نکالا، عُشر یا نصف عُشر ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

عُشر مالک زمین پر ہے یا کھیتی کرنے والے پر؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے دوسرے شخص کو اپنی عُشری زمین آباد کرنے کے لئے دی اور اُس سے اِس کا عوض نہ لیا تو اب کاشتکار نے اس زمین میں فصل بوئی اور فصل تیار ہو گئی، تو اُس فصل کا عُشر کون ادا کرے گا، مالک یا کاشتکار؟

باسمہ تعالیٰ وتقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں ایسی زمین کی پیداوار کا عُشر یا نصف عُشر کاشتکار ادا کرے گا بشرطیکہ زمین عُشری ہو اور کاشتکار غیر مسلم نہ ہو۔

۲/ ۶۷۵

(1) المبسوط للسرخسی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الأرضین والغنم والإبل، ۲/ ۴۲

چنانچہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ ❶ اور اُن کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❷ نے نقل کیا ہے: لَو أعارهَا مِن مُسلِمٍ فزَرعهَا فالعُشر علَى المُستعِيرِ، ولَو أعارهَا منْ كَافِرٍ فالعُشر عَلى المعيرِ عندَ أبِي حنيفةَ رحمَه الله تَعالىٰ.

یعنی، اگر (عُشری) زمین کسی مسلمان کو عاریۃً (بغیر معاوضہ) دی اور اُس نے اُس میں کھیتی کی، تو عُشر کاشتکار پر ہے اور اگر کسی کافر کو عاریۃً دی، تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک عُشر عاریۃً دینے والے پر ہے۔

اور علّامہ برہان الدین ابراہیم بن موسی طرابلسی حنفی متوفی ۹۲۲ھ لکھتے ہیں: وَأوجبنَاه عَلى المُستعيرِ المُسلِم لَا المُعيْر. ❸

یعنی، عُشر ہم نے مستعیر مسلمان پر واجب کیا ہے نہ کہ عاریۃً دینے والے پر۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: عُشری زمین عاریۃً دی تو عُشر کاشتکار پر ہے مالک پر نہیں اور کافر کو عاریت دی تو مالک پر عُشر ہے۔ ❹

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

---

❶ الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السادس فی زکاۃ الزروع والثمار، ۱/ ۱۸۷
❷ کنز العمّال، حرف الزای، کتاب الزکاۃ، زکاۃ النبات والفواکہ، برقم: ۱۵۸۷۳، ۳/ ۶/ ۱٤٠
❸ مواھب الرحمٰن فی مذھب النّعمان، کتاب الزکاۃ، باب العُشر، ص ۳٠٦
❹ بہارِ شریعت، زکاۃ کا بیان، زراعت اور پھلوں کی زکاۃ، ۱/ ۵/ ۹۲۱

بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ مثلاً ایک شخص کہ جس کا نام عبد اللہ ہے اور اُس کے چار بیٹے ہیں۔ بڑے بیٹے کا نام عبد الرحمن دوسرے کا عبد الرحیم تیسرے کا عبد الکریم اور چوتھے بیٹے کا نام عبد الستار ہے۔ عبد اللہ کے بڑے بیٹے عبد الرحمن نے کسی وجہ سے اپنی والدہ کے علاوہ ایک دوسری عورت عائشہ کا دودھ پیا پھر بالغ ہونے کے بعد عبد الرحمن کا رشتہ عائشہ کی بڑی بیٹی سے طے پایا لوگوں نے توجہ دلائی کہ عبد الرحمن کا رشتہ عائشہ کی بیٹی سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس نے عائشہ کا دودھ پیا تھا، لہذا عائشہ اس کی رضاعی ماں ہے اور عائشہ کی بیٹی اُس کی رضاعی بہن ہے۔ عبد اللہ نے سوچا کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے عبد الستار کا نکاح عائشہ کی بیٹی سے کر دے تو اِس پر بھی بعض لوگ معترض ہوئے کہ عبد الستار کا بڑا بھائی عائشہ کا رضاعی بیٹا ہے لہذا عبد الستار بھی عائشہ کی بیٹی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ مفتی صاحب آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیے کہ کیا عبد الستار کا نکاح بنت عائشہ سے جائز ہے؟

(سائل: حافظ احسان الٰہی قادری، کھوکھراپار نمبر۵، ملیر کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں عبد الستار کا نکاح عائشہ کی بیٹی سے ہو سکتا ہے؛ کیونکہ بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے۔

چنانچہ علّامہ ابوالحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ [1] اور علّامہ

[1] مختصر القدوری، کتاب الرضاع، ص۱۵۲

محمد بن فراموز حنفی متوفی ۸۸۵ھ (1) لکھتے ہیں: يَجوزُ أن يَتزوّج الرّجلُ بأختِ أخيهِ مِن الرّضاعِ۔

یعنی، اپنے بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔

اور علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: تحلّ أختُ أخيهِ رضاعاً. (2)

یعنی، اپنے بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کرنا حلال ہے۔

اور علامہ محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (وتَحلّ أختُ أخيهِ رَضاعًا) يَصحّ اتّصالُه بِالْمضافِ كَأن يكون لَه أخ نَسبيٌّ لهُ أخت رضاعيّةٌ وبِالمضافِ إليه كأن يكونَ لأخيه رضاعًا أختٌ نسبًا وبِهِمَا- (3)

یعنی، حقیقی بھائی کی رضاعی بہن یا رضاعی بھائی کی حقیقی بہن یا رضاعی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: حقیقی بھائی کی رضائی بہن یا رضاعی بھائی کی حقیقی بہن یا رضاعی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح

---

(1) دُرَر الحكام في شرح غرر الأحكام، كتاب الرضاع، تحت قوله: وتحل أخت أخيه مطلقاً، ۱/ ۳۵٦

(2) كنز الدقائق، كتاب الرضاع، ص۲٦۷

(3) تنوير الأبصار وشرحه الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع، ص۲۰۳

جائز ہے۔ [1]

والله تعالى أعلم بالصواب

۱۳/ جمادی الأولیٰ ۱٤۲۲ھ۔ ٤/ اگست، ۲۰۰۱م JIA-106

حقوق معاف کرنے کی شرط پر نکاح وغیرہ کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر شادی سے قبل مرد اپنی ہونے والی منکوحہ سے کہے کہ اگر اپنے تمام حقوق معاف کروگی تو تم سے شادی کرلوں گا اور عورت بخوشی قبول کرلے اور اپنے تمام حقوق معاف کردے، تو اِس کے بعد اِس شرط کی وجہ سے اُن کا نکاح صحیح ہوگا کہ نہیں؟ (سائل: محمد شکیل عطاری، ہجرت کالونی، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسؤلہ میں نکاح دُرست ہوجائے گا، جیسے کوئی شخص بوقتِ نکاح مہر کی نفی کردے جب بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے حالانکہ مہر عورت کا حق ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (وَيصحّ النّكاحُ وَإن لَم يُسمّ فِيه مَهرًا) لِأنّ النّكاحَ عَقدُ انضِمامٍ وَازدوَاجٍ لغةً فيتمّ بِالزّوجَينِ، ثمّ المهرُ وَاجبٌ شَرعًا إبانةً لِشرَف المَحلّ فلَا يَحتاجُ إِلَى ذِكرِه لِصحّةِ النّكاحِ وكَذا إذا تَزوّجهَا بشَرطِ أن

---

[1] بہارِ شریعت، دودھ کے رشتہ کا بیان، ۲/ ۷/ ۳۹

لَا مَهرَ لَهَا لِمَا بَيّنَا۔❶

یعنی، نکاح صحیح ہے اگرچہ اُس میں مہر کا تذکرہ نہ ہو؛ کیونکہ ازروئے لُغت ملانے اور شادی کرنے کے عقد کا نام نکاح ہے، لہٰذا یہ معنی زَوجین سے مکمل ہو جائے گا، اور اس لئے بھی کہ شرافتِ محل کو ظاہر کرنے کیلئے شرعاً مہر واجب ہے، لہٰذا صحتِ نکاح کیلئے اِسے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے اور جب کوئی اس شرط پر نکاح کرے کہ عورت کیلئے مہر نہیں ہے جب بھی نکاح دُرست ہے، اُس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی۔

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: نکاح میں مہر کا ذکر ہی نہ ہوا یا مہر کی نفی کر دی کہ بلا مہر نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا۔❷

اور پھر نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کے ذریعے منعقد ہو جاتا ہے۔

چنانچہ علّامہ ابوالحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

النِّكَاحُ ينعقدُ بالإيجابِ وَالقبولِ ولاينعقدُ نكاحُ المسلمين إلا بحضورِ شاهدين. ملخصاً❸

یعنی، مسلمان مرد وعورت کا نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب

---

❶ بداية المبتدي و شرحه الهداية، كتاب النكاح، باب المهر، ۲۳۸/۱

❷ بہار شریعت، مہر کا بیان، ۲/۷/۶۶

❸ مختصر القدوری، كتاب النكاح، ص ۱۴۵

اور قبول کے ذریعے منعقد ہو جاتا ہے۔

لیکن نکاح کے بعد عورت اپنے حقوق یعنی نان نفقہ وغیرہ کا مطالبہ اپنے شوہر سے بدستور کر سکتی ہے؛ کیونکہ اِن حقوق کی ادائیگی شریعت کی طرف سے شوہر پر لازم ہے، لہٰذا یہ عورت کے ساقط کرنے سے ختم نہیں ہو جائیں گے۔

چنانچہ علّامہ محمد بن فراموز حنفی متوفی ۸۸۵ھ [1] اور اُن کے حوالے سے علّامہ محمد علاؤالدین آفندی حنفی متوفی ۱۳۰۶ھ "ردّ المحتار" کے تکملہ [2] میں لکھتے ہیں: مَاثبتَ شرعًامِن حقّ لَازم لَایسقط بالإسقاطِ۔

یعنی، جس حق کالازم ہونا شریعت کی طرف سے ثابت ہو وہ ساقط کرنے سے بھی ساقط نہیں ہوتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ مذکورہ شرط کے ساتھ نکاح اگرچہ دُرست ہو جائے گا، لیکن بعدِ نکاح عورت اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکتی ہے اور مطالبہ کی صُورت میں شوہر پر اُس کے حقوق کی ادائیگی لازم ہو گی ورنہ وہ حقّ العبد میں کوتاہی کا مرتکب ہو گا جس کے سبب وہ گنہگار اور عذابِ نار کا حقدار ہو گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۱۷/ رمضان المبارك، ۱٤۲۲ھ. ۳/ دسمبر، ۲۰۰۱م JIA-182

---

[1] الدّرر الحکام فی شرح غرر الأحکام، کتاب الدعویٰ، باب دعوی النسب، فصل فی الاستشراء والاستیھاب و الاستیداع والاستئجار، تحت قوله: قال أحد الورثة لا دعوی لی...إلخ، ۱/ ۲/ ۳٥٤

[2] تکملةردّالمحتار، کتاب الدعویٰ، باب دعوی النسب، تحت قوله: ولو ادّعیٰ...إلخ، ۱۲/ ۱۰۰

مطلقہ بائنہ سے دوبارہ نکاح کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے غصّے کی حالت میں اپنی زوجہ سے کہا میں نے تجھے دو طلاقیں دیں اور اُس کو تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے اب وہ اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا کرنا ہوگا؟ (سائل: محمد دلاور، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں شخصِ مذکور کے ایک ساتھ دو طلاقیں دینے سے اُس کی زوجہ پر دو طلاقِ رجعی واقع ہو گئی تھیں اور پھر جب دورانِ عدّت اُس نے رجوع نہ کیا اور عدّت ختم ہو گئی تو وہ دو طلاقیں بائنہ ہو گئی ہیں لہٰذا اب یہ دونوں چاہیں تو نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

چنانچہ علّامہ ابوالحسن علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (وإذَا كانَ الطّلاقُ بائنًا دونَ الثّلاثِ فَله أن يتزوّجهَا فِي العدّة وبعدَ انقضائِها)؛لأنّ حلّ المحَلّيةِ باقٍ لأنّ زوالَه مُعلّق بالطّلقةِ الثّالثةِ فينعدمُ قبلَه ومَنعُ الغَيرِ فِي العدّةِ لاشتباهِ النّسبِ؛ولَا اشتباهَ فِي إطلاقِه-❶

یعنی، اور جب طلاقِ بائنہ تین سے کم ہوں تو شوہر کیلئے اُس عورت

---

❶ بداية المبتدى وشرحه الهداية،كتاب الطلاق،باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة،١/ ٢٩٧

سے عدّت کے اندر اور عدّت ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ عورت کا حلال ہونا ابھی اُس کیلئے باقی ہے اور اس کا زائل ہونا تیسری طلاق پر موقوف ہے لہٰذا اس سے قبل حلّت زائل نہیں ہوگی اور دوسرے شخص کو عورت کی عدّت کے دوران نکاح کرنے سے، نسب میں شبہ کی وجہ سے منع کیا گیا ہے اور پہلے شوہر کے اطلاق میں کوئی شبہ نہیں۔

اور سراج الدین ابو بکر بن علی بن موسی ہاملی حنفی متوفی ۷۶۹ھ[1] اور علّامہ ابو بکر محمد بن عمر المُلّا حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ[2] لکھتے ہیں: و ینکح المبانة المعتدّة، حال اعتدادٍ وکذاك بعدهٔ۔

یعنی، اور شوہر طلاقِ بائن والی معتدّہ سے عدّت کی حالت اور اس کے بعد نکاح کر سکتا ہے۔

اور علّامہ ابو الولید احمد بن محمد ابن شحنہ حنفی متوفی ۸۸۲ھ لکھتے ہیں: وَإِذا كَانَ الطَّلَاق بَائِنا دون الثَّلَاث فَلهُ أَن يَتَزَوَّجهَا فِي الْعدة وَبعد انْقِضَائِهَا لِأَن حل الْمَحَلِّيَّة بَاقٍ[3]

یعنی اور جب طلاقِ بائنہ تین سے کم ہوں، تو شوہر کے لئے اختیار ہے کہ وہ عدّت میں اور عدّت ختم ہونے کے بعد عورت سے نکاح کر لے؛ کیونکہ محلّ کی حلّت باقی ہے۔

---

1. درّ المهتدي وذخر المقتدي نظم بداية المبتدي، كتاب الطلاق، باب الرجعة، ص ١٤٣
2. تحفة الطلّاب، كتاب الطلاق، باب الرجعة، ص ١١٨
3. لسان الحكام في معرفة الأحكام، الفصل الرابع عشر في الطلاق، ١/ ٣٢٨

اور علّامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ ❶ اور اُن کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❷ نے لکھا ہے: حُكمُه فوُقوعُ الفُرقةِ مُؤجّلًا بِانقضاء العدّةِ فِي الرّجعِيّ وبدُونِه فِي البَائنِ-[واللفظ لابن الهُمام].

یعنی، طلاق کا حکم جُدائی ہے، رجعی میں عدّت گزرنے پر اور بائن میں عدّت گزرے بغیر۔

لیکن اب نکاح کے بعد شوہر کو صرف ایک ہی طلاق کا حق حاصل ہو گا پس جب بھی وہ اُسے ایک طلاق دے گا تو عورت اُس پر حُرمتِ مُغلّظہ کے ساتھ حرام ہو جائے گی اور پھر حلالہ کے بغیر اُن دونوں کا نکاح نہیں ہو سکے گا۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ۔ ❸

ترجمہ، پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الإیمان)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۹/ ربیع الأوّل، ۱۴۲۳ھ. ۱/ جون، ۲۰۰۲م JIA-273

---

❶ فتح القدیر، کتاب الطلاق، ۳/ ۳۲۷

❷ الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الأول فی تفسیره وركنه وشرطه إلخ، ۱/ ۳۴۸

❸ البقرة: ۲/ ۲۳۰

چچا کی بیوہ، بھائی کی ساس اور والد کی چچازاد بہن سے نکاح کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ زید اپنے چچا کی بیوہ جو چھوٹے بھائی کی ساس بھی ہے، سے نکاح کرنا چاہتا ہے، یہ عورت زید کے والد کی چچازاد بھی ہے تو یہ نکاح شرعاً کیسا ہے؟ برائے مہربانی مدلّل جواب دیکر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ (سائل: محمد اکبر لاشاری، ملیر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں مذکورہ عورت کے ساتھ زید نکاح کر سکتا ہے کہ یہ اس کیلئے مُحرّمات سے نہیں ہے۔

چنانچہ قُرآنِ کریم میں ہے: وَ اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ۔ [1]

ترجمہ، اوراُن کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔(کنز الایمان)

اور چچی کے مُحرّمات سے نہ ہونے کے بارے میں امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: حرام عورتوں میں چچی کو نہ شمار فرمایا نہ شرع میں کہیں اِس کی تحریم آئی تو ضرور وہ حلال عورتوں میں سے ہے۔ [2]

اور بھائی کی ساس سے حُرمتِ نکاح کی کوئی وجہ نہیں، لہٰذا اُس سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اِسی طرح والد کی چچازاد بہن سے بھی نکاح جائز ہے کہ جب اپنی چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے تو باپ کی چچازاد بہن سے نکاح کرنا بدرجہ اَولیٰ جائز ہو گا کہ یہ

---

[1] النسآء: ٤/ ٢٤

[2] فتاوی رضویہ، کتاب النکاح، باب المحرمات، ۱۱/ ۳۳۲

اور دُور کا رشتہ ہے۔

چنانچہ علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ ❶ اور اُن کے حوالے سے علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ ❷ لکھتے ہیں: وتَحلّ بناتُ العَمّاتِ وَالأعمامِ والخالاتِ وَالأخوَالِ۔

یعنی، اور پھوپھی، چچا، خالہ اور ماموں کی لڑکیوں سے نکاح حلال ہے۔

اور مفتی جلال الدین احمد امجدی حنفی متوفی ۱۴۲۲ھ لکھتے ہیں: اپنے باپ کی چچازاد بہن سے زید نکاح کر سکتا ہے اِس میں کوئی قباحت نہیں اگر کوئی دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہو۔ ❸

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۱/ جمادی الأخری، ۱۴۲۳ھ. ۲۱/ اگست، ۲۰۰۲م JIA-298

اپنی مطلّقہ رجعیہ سے عدّت کے بعد نکاح کرنا کیسا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ محمد فاروق ولد محمد قاسم کا نکاح اسماء بنت یوسف سے ہوا اور اُس سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا، آپس کی نااتفاقی کے سبب شوہر نے اُسے ایک طلاق دے دی پھر محمد فاروق نے نجمہ بنت بابو بھائی سے نکاح کیا پھر محمد فاروق نے اسماء بنت یوسف کو ایک طلاق

---

❶ فتح القدير، باب النكاح، فصل في بيان المحرمات، تحت قوله: فصل في بيان المحرمات، ۳/ ۱۱۷

❷ ردّ المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، تحت قوله: قرابة، ٤/ ۱۰۷

❸ فتاویٰ فیض الرسول، نکاح کا بیان، محرمات کا بیان، ۱/ ۵۷۲

دینے کے ستائیس ماہ کے بعد دوبارہ نکاح کرلیا۔اب پوچھنا یہ ہے کہ محمد فاروق کا اسماء بنت یوسف کے ساتھ مذکورہ نکاح شرعاً دُرست ہوا یا نہیں؟

(سائل: ولی محمد ولد قاسم گھانچی، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں محمد فاروق کا اپنی مطلّقہ اسماء بنت یوسف کے ساتھ نکاح کرنا شرعاً درست ہے؛ کیونکہ اُس نے ایک رجعی طلاق دی تھی اور طلاقِ رجعی دینے کے بعد شوہر عدّت میں رجوع نہ کرے، تو عدّت ختم ہوتے ہی بیوی اپنے شوہر کے نکاح سے نکل جاتی ہے اور وہ آزاد ہو جاتی ہے جہاں چاہے نکاح کرے اور عدّت ختم ہونے کے بعد وہ دونوں دوبارہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا چاہیں تو نئے مہر کے ساتھ دُوبارہ نکاح کرنا ہوگا، اگر نکاح کر لیتے ہیں تو وہ شرعاً میاں بیوی ہو جاتے ہیں، اِس میں حلالہ کی بھی ضرورت نہیں ہے اور آئندہ اُسے دو طلاقوں کا حق رہے گا جیسا کہ دورانِ عدّت رُجوع کی صُورت میں ہوتا ہے۔

چنانچہ علّامہ ابوالحسن علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (وإذَا كانَ الطّلاقُ بائنًا دونَ الثّلاثِ فَله أن يتزوّجها فِي العدّة وبعدَ انقضائِها)؛ لأنّ حلّ المحَلّيةِ باقٍ لأنّ زوالَه مُعلّق بالطّلقةِ الثّالثةِ فيَنعدمُ قبلَه ومَنعُ الغَيرِ فِي العدّةِ لاشتباهِ النّسبِ؛ ولَا اشتباهَ فِي إطلاقِه-[1]

[1] بداية المبتدى وشرحه الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، ١/ ٢٩٧

یعنی، اور جب طلاقِ بائنہ تین سے کم ہوں تو شوہر کیلئے اُس عورت سے عدّت کے اندر اور عدّت ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ عورت کا حلال ہونا ابھی اُس کیلئے باقی ہے اور اس کا زائل ہونا تیسری طلاق پر موقوف ہے لہٰذا اس سے قبل حلّت زائل نہیں ہوگی اور دوسرے شخص کو عورت کی عدّت کے دوران نکاح کرنے سے، نسب میں شبہ کی وجہ سے منع کیا گیا ہے اور پہلے شوہر کے اطلاق میں کوئی شبہ نہیں۔

اور علّامہ ابو الولید احمد بن محمد ابن شحنہ حنفی متوفی ۸۸۲ھ لکھتے ہیں: وَإِذا كَانَ الطَّلَاق بَائِناً دون الثَّلَاث فَله أَن يَتَزَوَّجهَا فِي الْعدة وَبعد انْقِضَائِهَا لِأَن حل المحَلّية بَاقٍ[1]

یعنی اور جب طلاقِ بائنہ تین سے کم ہوں، تو شوہر کے لئے اختیار ہے کہ وہ عدّت میں اور عدّت ختم ہونے کے بعد عورت سے نکاح کرلے؛ کیونکہ محلّ کی حِلّت باقی ہے۔

اور اس کے بعد شوہر جب بھی بقیہ دو طلاقیں دے گا وہ سابق کے ساتھ مل کر طلاقِ مغلّظ ہو جائیں گی جس کے بعد نہ رُجوع ہو سکتا ہے اور نہ ہی حلالہ شرعیہ کے بغیر نکاح۔

کیونکہ قرآنِ کریم میں ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى

---

[1] لسان الحکام فی معرفۃ الأحکام، الفصل الرابع عشر فی الطلاق، ۱/ ۳۲۸

تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ۔ 1

ترجمہ، پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(کنز الایمان)

اور امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند سے حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: كَانَ ابْنُ عُمَرَ، إِذَا سُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ ثَلاَثًا، قَالَ: «لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِي بِهَذَا، فَإِنْ طَلَّقْتَهَا ثَلاَثًا حَرُمَتْ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ. 2

یعنی، حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب اُس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، تو آپ نے فرمایا: اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہوتیں تو رجوع کر سکتے ہو، مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اِسی کا حکم دیا ہے اور اگر تو نے تین طلاقیں دی ہیں تو بیوی حرام ہو گئی یہاں تک کہ تیرے علاوہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۸/ شعبان المعظم،۱٤۳۱ھ،۲۰/ جولائی۲۰۱۰م — 625-F

---

1 البقرة:۲ / ۲۳۰

2 صحيح البخاري،كتاب الطلاق،باب من قال لإمرأته...إلخ،۳/ ٤۱٤،برقم الحديث:٥۲٦٤

تعدادِ طلاق میں شک کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شوہر غصّہ میں بیوی کو طلاقیں دے دیتا ہے پھر اُسے خود صحیح یاد نہیں ہوتا کہ وہ غصّے میں کتنی بار طلاق دے چکا ہے تو اِس صُورت میں بعض لوگ جو وہاں موجود ہوتے ہیں بتاتے ہیں کہ تونے ایک یا دو طلاقیں دی ہیں، کیا وہ اِس صُورت میں اُن کا اعتبار کرے، آئندہ پوچھنے والے کو بتا سکتا ہے کہ میں نے اتنی طلاقیں دی ہیں؟ (سائل: محمد عرفان، ناظم آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اگر وہ لوگ عادل (نیک پرہیز گار) ہوں اور شوہر کو اُن کی بات پر غالب گمان ہو تو پھر وہ اُن کی بات پر عمل کرے اور آئندہ پوچھنے والے کو بھی وہی بیان کرے ورنہ وہ اپنے غالب گمان پر عمل کرے اور اگر اس کا غالب گمان کسی طرف نہ ہو تو پھر وہ کم تعداد شمار کرے۔

چنانچہ علّامہ زین الدین بن ابراہم ابن نُجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ اور علّامہ ہبۃ اللہ بن محمد تاجی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں: (شكّ أنه طلّق واحدةً أو أكثَر: بنَى علَى الأقلّ)؛ لأنّه المتيقّن، (إلى أن يستيقنَ بالأكثرِ، أو يكُون أكبرَ ظنّه عَلى خلافِه) أي: خِلاف الأقلّ، فيَعملُ بذلكَ. (وإن قَال الزّوجُ: عزَمتُ أنّه ثلاث)، يَعني: لَو قَال: عزمتُ إيقاعَ الثّلاثِ ولكِن لَا أعلمُ كَم أوقعتُ، (يتركُها)، أي: يجبُ عليهِ تركُ زوجتِه (وإن أخبرَه)، أي: الزّوجَ فِي تلكَ الصّورةِ، (عدولٌ حضَروا ذلكَ المجلس)، أي: مجلِس الطّلاق، (بأنّها)، أي: الطّلقة، (واحدَة، و صدّقهُم الزّوجُ: أخذَ بقولِهم)، أي: سَاغ لَه أن لَا يترُكَها، ويُراجعَها إن كانت رجعيّة، أو يُعيدَ العقدَ إن كانَ

بائِنة،وعَزمُه الأوّل لایُجزمهَا.ومَفهُوم قولِه:وصدّقهُم،أنّه لَو غلبَ عَلى ظنّه الثّلاثُ: أخذَ بظنّه. ❶

یعنی، شوہر کو طلاق دینے کے بعد شک ہو کہ ایک دی یا زیادہ تو وہ کم کا اعتبار کرے کیونکہ کم یقینی ہے ہاں اگر اُسے کم کے بر خلاف یعنی زیادہ کا یقین یا غالب گمان ہو تو وہ اُسی پر عمل کرے اور اگر شوہر کہے کہ میرا تین طلاقیں دینے کا ارادہ تھا لیکن اب مجھے نہیں معلوم کہ کتنی طلاقیں دی ہیں تو وہ عورت کو علیحدہ کر دے یعنی اُس پر واجب ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو علیحدہ کرے اور اگر اِس صُورت میں شوہر کو اُس طلاق کی مجلس میں موجود عادل لوگ اِس بات کی خبر دیں کہ تُو نے ایک طلاق دی ہے اور شوہر اُن کی تصدیق کر دے تو وہ اُن کے قول پر عمل کرے یعنی شوہر کیلئے یہ گنجائش ہے کہ وہ اپنی بیوی کو علیحدہ نہ کرے اور طلاقِ رجعی دی ہو تو اُس سے رُجوع کر لے اور اگر طلاقِ بائن دی ہو تو اُس سے دوبارہ نکاح کر لے اور شوہر کے پہلے گمان کی وجہ سے بیوی حرام نہیں ہو گی اور شوہر اُن کی تصدیق کر دے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اُس کا غالب گمان تین کا ہو تو پھر وہ اپنے غالب گمان ہی پر عمل کرے۔

اور علّامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: (لَو شَكَّ أطلّقَ وَاحدةً أو أكثرَ بَنى عَلى الأقلّ) إلّا أن يَستيقِنَ بِالأكثرِ أو يَكون أكبرَ ظنّهِ- ❷

---

❶ الأشباه والنظائر وشرحه التحقيق الباهر، الفنّ الأوّل: النوع الأول من القواعد الكلية، قاعدة: ما ثبت بيقين لا يرتفع إلا بيقين، فرع: شك في عدد الطلاق، ١/ ٦٦٨. ٦٦٩

❷ الدّر المختار و حاشيته ردّ المحتار، كتاب الطّلاق، باب الصّريح، مطلب في قول الإمام: إيماني كإيمان جبريل، ٤/ ٤٩٦

یعنی، اِس میں شک ہے کہ ایک طلاق دی ہے یا زیادہ تو کم شمار کرے مگر جبکہ شوہر کو زیادہ طلاق دینے کا یقین یا غالب گمان ہو تو پھر وہ اُسی کا اعتبار کرے۔

اور علّامہ ابن نجیم مصری اور علّامہ سیّد احمد بن محمد حموی حنفی متوفی ۱۰۹۸ھ لکھتے ہیں:(وإن قالَ الزّوجُ: عزمتُ عَلى أنّه ثَلاث يتركُها) ظَاهره وُجوب التّرك، وإن ظنّ فِي نفسِ الأمرِ أنّها واحِدة.(وإنْ أخبرَه عدولٌ حضرُوا ذلكَ المجلِسِ بأنّها واحدَة وصدّقهم أخذَ بقولِهِم إن كانُوا عدُولًا) مَفهومه أنّه لَو غلبَ عَلى ظنّه خلَاف كلامِهِم يأخذُ بظنّه.❶

یعنی، اگر شوہر کہے کہ میرا تین طلاقیں دینے کا ارادہ تھا لیکن اب مجھے معلوم نہیں کہ کتنی طلاقیں دی ہیں تو وہ عورت کو علیحدہ کر دے اور اِس کا ظاہر یہ ہے کہ اُس پر بیوی کو علیحدہ کرنا واجب ہے اگرچہ اُسے ایک طلاق دینے کا گمان ہو ہاں اگر اِس صُورت میں شوہر کو اُس مجلس میں موجود عادل لوگ ایک طلاق دینے کی خبر دیں اور شوہر اُن کی تصدیق کر دے تو وہ اُن کے قول کا اعتبار کرے اور شوہر اُن کی تصدیق کر دے، اِس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر شوہر کو عادل لوگوں کی بات پر غالب گمان نہ ہو تو وہ اپنے غالب گمان ہی پر عمل کرے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اگر اِس میں شک ہے کہ ایک دی ہے یا زیادہ تو قضاءً ایک ہے دیانۃً زیادہ اور اگر کسی طرف

---

❶ الأشباه والنظائر مع شرحه غمز عيون البصائر،الفنّ الأول قول فی القواعد الكلية،القاعدة الثالثة:اليقين لا يزول بالشك،قاعدة:من شكّ هل فعل شيئاًأم لافالأصل أنه لم يفعل،١/ ٢٠٩

غالب گمان ہے تو اُسی کا اعتبار ہے اور اگر اس کے خیال میں زیادہ ہے مگر اُس مجلس میں جو لوگ تھے وہ کہتے ہیں کہ ایک دی تھی اگر یہ لوگ عادل ہوں اور اِس بات میں اُنھیں سچا جانتا ہو تو اعتبار کر لے۔ (1)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۸/ صفر، ۱٤۲٤ھ، ۱/ مئی، ۲۰۰۳م JIA-217

مستقبل کے صیغے سے طلاق کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا اِن الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی "میں تجھے طلاق دے دوں گا" اور اگر واقع ہو گی تو کتنی واقع ہوں گی؟ (سائل: ذوالفقار علی، آگرہ تاج، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: مذکورہ الفاظ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی؛ کیونکہ یہ الفاظ مستقبل کے لئے متعین ہیں اور مستقبل کے صیغے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

چنانچہ علّامہ ابوالمعالی برہان الدین محمود بن احمد ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں: وَبالعربيّة قوله: أطلق، لا يكُون طلاقاً في أنّه دائر بين الحال والاستِقبال فلم يكُن تحقيقاً مع الشك حتى أن مَوضع علمت استِعماله للحال كَان تحقيقاً كقول الكَافر: أشْهد أن لا إلهَ إلا الله وكَقول الشاهد: أشهَد أن لهٰذا على هذا كذا و كقولِ

---

(1) بہارِ شریعت، اضافت کا بیان، ۲/۸/۱۲۵

الحالف:بالله لأفعلنّ كذا وَهذا الاحتمال بالعرَبية أمّا بالفارسية قولُه:ميكنم للحَال وقوله:كنم للاستقبَال. ❶

یعنی، اور عربی میں شوہر کا کہنا أُطَلِّقُ (میں طلاق دیتاہوں یادوں گا) یہ طلاق نہیں ہے؛ کیونکہ یہ حال اور استقبال دونوں میں دائر ہے، لہذا تحقیق، شک کے ساتھ نہ ہوگی یہاں تک کہ ایسی جگہ ، جہاں اِس کا استعمال حال کے لئے معلوم ہو، تو تحقیق ہوگی جیسا کہ کافر کا کہنا: میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہ کا کہنا کہ میں گواہی دیتاہوں کہ اِس کے لئے اُس پر اتناہے اور قسم کھانے والے کا کہنا کہ اللہ کی قسم میں ضرور ایسا کروں گا(تو حال کے لئے متحقق ہے)اور یہ احتمال عربی زبان میں ہے، بہر حال فارسی میں شوہر کا کہنا "دے رہا ہوں"، حال کے لئے ہے اور "دے دوں گا" استقبال کے لئے ہے۔

اِسی طرح اردو میں شوہر کا کہنا "طلاق دے دوں گا" یہ جملہ مستقبل کے لئے متعیّن ہے اور یہ اظہارِ وعدۂ طلاق ہے نہ کہ انشاءِ طلاق، لہذا اِس سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور یہی شروح و فتاویٰ سے مستفاد ہے۔

چنانچہ علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھاہے:قالتْ طلاق بدستِ تُو است مرا طَلاق كُن فقال الزّوج طلاق ميكنم طلاق ميكنم وكرّر ثلاثًا طلُقت ثلاثًا بخلافِ قوله كُنم لأنّه استقبالٌ فلم يكن تحقيقًا بالتّشكيكِ.وفي"المُحيط"لوقال

❶ المحیط البرھانی، کتاب الطلاق، الفصل السابع العشرون فی المتفرقات، ۳/ ۴۷۲

بالعربيّة أطلّق لا يكون طلاقًا إلّا إذاغلب استعمالُه للحالِ فيكونُ طلاقًا-❶

یعنی، بیوی نے شوہر کو کہا: "طلاق تیرے اختیار میں ہے مجھے طلاق دے دے" تو شوہر نے جواب میں تین بار کہا "میں طلاق دے رہا ہوں" تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں، اِس کے بر خلاف اگر یوں کہے "میں طلاق دوں گا" تو طلاق نہ ہو گی کیونکہ یہ استقبال ہے لہٰذا شک ہو گا اور طلاق نہ ہو گی۔ اور "محیط"❷ میں ہے: اگر عربی میں صیغۂ مضارع (أطلّق) کہا تو طلاق نہ ہو گی مگر جب یہ لفظ غالب طور پر حال کے لئے استعمال ہوتا ہو تو طلاق ہو جائے گی۔

اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: صيغةُ المضارعِ لا يقعُ بها الطّلاقُ إلّا إذا غلبَ في الحالِ.❸

یعنی، مضارع کے صیغہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی مگر جب حال میں غالب ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اگر واقعی میں یہی لفظ کہے تھے کہ **طلاق دے دوں گا** تو طلاق نہ ہوئی کہ یہ طلاق دینا نہیں ہے بلکہ آئندہ طلاق دینے کا اظہار ہے اور محض اِس ارادہ یا وعدہ پر طلاق نہیں ہوتی، لأنّ هٰذا اللفظ متعيّن لإستقبال ولا يقع به الطّلاق كما في الفتاوى

---

❶ الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطّلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، ١/ ٣٨٤

❷ المحيط البرهاني، كتاب الطلاق، الفصل السابع العشرون في المتفرقات، ٣/ ٤٧٢

❸ العقود الدرية في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الطلاق ١/ ٣٨

الخیریة❶ وغیرھا-❷

لہٰذا کوئی شخص اپنی زوجہ سے یہ لفظ کہتا ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی اور جب واقع ہی نہ ہوئی تو کتنی کا سوال ہی نہ رہا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء،۲۵/ ذو الحجة،۱۴۳۱ھ-۱/ دسمبر،۲۰۱۰م　　679-F

دو طلاقِ رجعی کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک روز میرے اور میرے والد کے درمیان کسی موضوع پر بات چیت ہورہی تھی، اِسی دوران میرے والد میرے سسرال والوں کو بُرا بھلا کہے جارہے تھے میں برانگیختہ ہوا اور میں نے اپنی بیوی کو ایک بار نام لے کر اور دوسری مرتبہ بغیر نام لئے طلاق دی، اِس کے بعد میں نے اپنا سر دیوار سے پٹخا، نتیجتاً میں بے ہوش ہوگیا، ہوش آنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں نے یہ کیا کیا؟ آپ سے التماس ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں بیان فرمائیں کہ اِس صُورت میں طلاق کا کیا حکم ہے؟

(سائل: محمد اعجاز، ملیر، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں آپ کی زوجہ پر دو طلاقِ رجعی واقع ہوگئی ہیں۔

چنانچہ قُرآنِ کریم میں ہے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ

---

❶ الفتاوی الخیریة علی هامش الفتاوی الحامدیة، کتاب الطّلاق، مطلب فی الطّلاق بتروحی...إلخ، ۱/ ٦٦

❷ فتاویٰ امجدیہ، کتاب الطلاق، ۲/ ۱۷۱

تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ۔ ❶

ترجمہ، یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ (کنز الایمان)

لہٰذا آپ چاہیں تو عدّت کے اندر اُس عورت سے رجوع کرسکتے ہیں مثلاً زبان سے کہہ دیں کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لیا اور اگر عدّت گزر چکی ہے تو آپ عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دُوبارہ نکاح کرسکتے ہیں حلالہ کی ضرورت نہیں لیکن آئندہ جب بھی اُسے ایک طلاق دیں گے، تو اُس عورت پر طلاقِ مغلّظ واقع ہو جائے گی اور پھر وہ بے حلالہ آپ کیلئے ہر گز حلال نہ ہو گی یعنی حلالہ کے بغیر آپ اُس سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکیں گے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ ❷

ترجمہ، پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

١٨/ جمادی الأولیٰ ١٤٢٢ھ، ١٩ اگست ٢٠٠١م JIA-110

دو طلاقِ رجعی دینے کے بعد عدّت میں رُجوع کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں

---

❶ البقرة ٢/ ٢٢٩
❷ البقرة: ٢/ ٢٣٠

کہ میری اہلیہ نے مجھے کہا کہ روٹی لادو، میں نے کہا کہ اپنے بھائی سے منگوالو، اِس پر اُس نے کہا کہ وہ تمہارا نوکر نہیں ہے جس پر مجھے غصہ آیا اور میں نے اُسے یہ الفاظ کہے "میں تجھے طلاق دیتا ہوں"، "میں تجھے طلاق دیتا ہوں" اس کے بعد میں گھر چھوڑ کر چلا گیا، تقریباً دو ہفتے کے بعد اپنی بیوی صائمہ کے بلانے پر آیا اور تقریباً ایک یا ڈیڑھ ہفتہ میں گھر میں رہا، اِس دوران ہمبستری بھی ہوئی پھر ہم میں لڑائی ہوگئی اور میں گھر چھوڑ کر چلا گیا جس کو گیارہ ماہ گزر گئے، اب اِس صورت میں صائمہ میری بیوی رہی یا نہیں؟ (سائل: محمد اسحاق بن مصطفیٰ، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں آپ کی زوجہ پر دو طلاقِ رجعی واقع ہوگئی ہیں۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ۔ (1)

ترجمہ، یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ (کنز الإیمان)

ایک یا دو رجعی طلاقیں دینے کے بعد شوہر اپنی بیوی سے عدّت میں رجوع کر سکتا ہے چاہے بیوی راضی ہو یا راضی نہ ہو۔

چنانچہ علّامہ ابو الحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں: إذا طلّق الرّجل امرأته تطليقةً رَجعيّة أو تَطلِيقتينِ فَله أن يُراجِعها فِي

---

(1) البقرة: ۲ / ۲۲۹

عدّتہا رضِیت المرأۃُ بِذلك أو لَم ترض-❶

یعنی، جب کوئی اپنی زوجہ کو ایک یا دو طلاقِ رجعی دے تو وہ اُس کی عدّت کے دوران رُجوع کر سکتا ہے، عورت چاہے اِس سے راضی ہو یا راضی نہ ہو۔

اِس کے تحت علّامہ ابو بکر بن علی حدّادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

(وقوله: رضِیت أم لم ترض) لأنھا باقیۃ علی الزّوجیۃ بدلیل جواز الظِھار علیھا وَالإیلاء، واللّعَان، والتوَارث ووقُوع الطلاق علَیھا مادامتْ معتدۃ بالإجمَاع.❷

یعنی؛ کیونکہ وہ اُس کی زوجیّت میں باقی ہے، اِس وجہ سے کہ بالاجماع اُس پر ظہار، ایلاء، لعان، وارث بننا اور اُس پر طلاق کا واقع ہونا جائز ہے جب تک کہ وہ عدّت میں ہے۔

اور شوہر ایک یا دو طلاقِ رجعی دینے کے بعد رُجوع کا حق رکھتا ہے؛ کیونکہ رجعی طلاق واقع ہونے کی صُورت میں نکاح ختم نہیں ہوتا۔

چنانچہ علّامہ حسام الدین علی بن مکی رازی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لقَوله تعالیٰ ﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ﴾❸ وقال ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ﴾❹ أثبتَ الرجعَۃ بعد الطّلاقین فبعد الواحِد أولیٰ❺

---

❶ مختصر القدوری، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، ص ۱۵۹

❷ الجوھرۃ النیّرۃ، کتاب الطلاق، کتاب الرجعۃ تحت قولہ: رضیت أولم ترض، ۲/ ۱۹۷

❸ البقرۃ: ۲/ ۲۲۸

❹ البقرۃ: ۲/ ۲۲۹

❺ (خلاصۃ الدلائل فی تنقیح المسائل، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، تحت قولہ: إذا طلق

یعنی، اللہ تعالیٰ کے فرمان کی وجہ سے کہ (ترجمہ: اور ان کے شوہروں کو اِس مدت کے اندر اُن کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے۔(کنزالایمان)) اور فرمایا: (ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔(کنزالایمان)) دو طلاقوں کو رُجوع کے بعد ثابت کیا، تو ایک کے بعد رُجوع بدرجہ اُولیٰ ثابت ہو گا۔

اور علّامہ حدّادی حنفی لکھتے ہیں: وقد دلّ علیٰ ذٰلِك قوله تعالیٰ: ﴿بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ﴾ ❶ سمّاه بعلاً وهذا يقتضي بقاء الزوجية بينهما. ❷

یعنی، اور اِس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: **ترجمہ: "اور ان کے شوہروں کو اِس مدت کے اندر اُن کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے۔" (کنزالایمان)** میں اُسے شوہر کا نام دیا۔ اور یہ زوجیت کے باقی ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

اور جب دو ہفتے بعد آپ گھر آئے اور اپنی بیوی سے ہمبستری کی تو اس سے رُجوع واقع ہو گیا، اِس لئے وہ بدستور آپ کی بیوی ہے اور رُجوع عدّت کے اندر پایا گیا ہے۔

چنانچہ علّامہ قدوری تحریر فرماتے ہیں: والرّجعةُ أن يقول لها

الرجل ...إلخ، ۲/ ۵

❶ البقرة: ۲/ ۲۲۸

❷ الجوهرة النيّرة، كتاب الطلاق، باب الرّجعة، تحت قوله: رضيت أو لم ترض، ۲/ ۱۹۷

راجعتُك أو راجَعت امرَأتِي أو يطأها أو يُقبّلها أو يَلمسهَا بشَهوةٍ أو ينظُر إلى فَرجِها بِشهوةٍ-❶

یعنی، اور رُجوع یہ ہے کہ شوہر عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے رجوع کیا، یا شوہر یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی سے رُجوع کیا، یا پھر وہ اُس سے ہمبستری کرلے یا اُس کا بوسہ لے یا اُسے شہوت سے چھو لے یا اُس کی شرمگاہ شہوت کے ساتھ دیکھ لے۔

لیکن اب آپ کے پاس صرف ایک طلاق کا حق باقی ہے، آئندہ جب بھی اُسے ایک طلاق دیں گے تو اُس عورت پر طلاقِ مغلّظہ واقع ہو جائے گی اور پھر وہ بے حلالہ آپ کیلئے ہرگز حلال نہ ہوگی یعنی حلالہ کے بغیر آپ اُس سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکیں گے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ۔❷

ترجمہ، پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنزالإیمان)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۵/ صفر المظفر، ۱۴۳۴ھ، ۲۹/ دسمبر ۲۰۱۲م 835-F

---

❶ مختصر القدوری، کتاب الطلاق، باب الرجعة، ص ۱۵۹
❷ البقرة: ۲/ ۲۳۰

کیانابالغ اور مجنون طلاق دے سکتے ہیں؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیانابالغ اور مجنون اپنی بیوی کو طلاق دے سکتے ہیں؟

باسمه تعالیٰ وتقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں مجنون اور نابالغ اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دے سکتے ہیں؛ کیونکہ وُقوعِ طلاق کیلئے شوہر کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (وَيقعُ طَلَاق كُلّ زَوجٍ إذا كانَ عَاقلًا بَالغًا ولَا يَقعُ طَلَاقُ الصَّبِيّ وَالمجنونِ والنَّائمِ) لقَولِه عَليهِ الصّلاةُ وَالسّلامُ: «كُلّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إلّا طلاقَ الصَّبِيِّ وَالمجْنونِ» ❶-

یعنی، ہر شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ وہ عاقل اور بالغ ہو اور بچے، مجنون اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے: ہر طلاق نافذ ہے سوائے بچے اور مجنون کی طلاق کے ❷-

اور امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری حنفی متوفی ۲۵۶ھ اپنی ''صحیح'' میں حضرت مولی علی رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کرتے ہیں: كُلُّ طَلَاقٍ جائِزٌ

---

❶ الهداية فی شرح بداية المبتدی، كتاب الطّلاق، باب طلاق السّنة، فصل و يقع طلاق كل زوج... إلخ، ١/ ٢٦٤

❷ المصنّف لابن أبی شيبة، كتاب الطلاق، باب ماقالوا فی الصبی، رقم: ١٧٩٣٥، ٤/ ٢٧

إِلَّا طَلَاقُ الْمَعْتُوْهِ.❶

یعنی، ہر طلاق جائز ہے سوائے معتوہ کی طلاق کے۔

اورامام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ، إِلَّا طَلَاقُ الْمَعْتُوْهِ الْمَغْلُوْبِ عَلٰى عَقْلِهٖ.❷

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ ہر طلاق جائز ہے سوائے معتوہ، جس کی عقل مغلوب ہوگئی ہو اُس کی طلاق کے۔

اورامام ترمذی مذکورہ حدیث شریف کے تحت لکھتے ہیں: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ طَلَاقَ الْمَعْتُوْهِ الْمَغْلُوْبِ عَلٰى عَقْلٍ لَا يَجُوْزُ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ مَعْتُوْهًا يُفِيْقُ الْأَحْيَانَ فَيُطَلِّقُ فِي حَالِ إِفَاقَتِهٖ.❸

یعنی، اوراسی پر اہل علم اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم وغیرھم کا عمل ہے کہ معتوہ مغلوب العقل کی طلاق جائز نہیں ہے سوائے یہ کہ معتوہ کو بعض اوقات افاقہ ہوتا ہو اور وہ حالتِ افاقہ میں طلاق دے۔

اِس حدیث شریف کے تحت علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی حنفی متوفی ۷۸٦ھ لکھتے ہیں: وَالمراد بالجواز النَّفاذُ دُونَ الحِلّ الَّذِي يُقابِلُ الحُرمةَ؛ لِأنّ فِعلَ الصَّبِيّ والمَجنونِ لَا يُوصَف بِالحُرمةِ فِي

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق... إلخ، ۳/ ٤١٦

❷ سُنَن الترمذی، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی طلاق المعتوہ، برقم: ۱۱۹۱، ۲/ ۲٤٤

❸ سُنَن الترمذی، کتاب الطّلاق، باب ماجاء فی طلاق المعتوہ، برقم: ۱۱۹۱، ۲/ ۲٤٤

المعاملَاتِ، وَالنّفوذُ بِالوقُوعِ فمَعناهُ: كُلّ طَلَاقٍ نَافذٌ إلّا طَلَاق الصّبِيّ وَالمجنُونِ-❶

یعنی، اور جواز سے مراد حلال ہونا نہیں ہے کہ جو حرام کے مقابل ہوتا ہے بلکہ اس کا مطلب نافذ ہونا ہے کیونکہ معاملات میں بچے اور مجنون کے عمل کو حرام نہیں کہا جاتا ہے اور نافذ ہونا وقوع کے سبب ہوتا ہے پس اِس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ بچے اور مجنون کے علاوہ ہر ایک کی طلاق نافذ ہے۔

اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت❷ نے لکھاہے:يَقع طَلَاق كلّ زَوجٍ إذا كانَ بالغًاعاقلًا سَواءٌ كانَ حرًّا أو عَبدًا طائعًا أو مُكرهًا كذَا فِي "الجَوهرةِ النيّرةِ"-❸

یعنی، ہر شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ وہ عاقل اور بالغ ہو، خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، طلاق اپنی مرضی سے دے یا زبردستی دلوائی گئی ہو، اسی طرح "الجوہرۃ النیّرۃ" میں ہے۔

اور نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے اور نہ اُس کی طرف سے اُس کا ولی۔

چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: طلاق

---

❶ العنایۃشرح الھدایۃ،کتاب الطّلاق،باب طلاق السّنۃ، فصل و یقع طلاق کلّ زوج إذاکان عاقلاً بالغاً،تحت قولہ:و یقع طلاق کل زوج...إلخ،۲/ ۳۸۹

❷ الفتاویٰ الھندیۃ،کتاب الطّلاق،الباب الأوّل فی تفسیرہ ورکنہ وشرطہ وحکمہ ...إلخ،فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لایقع طلاقہ، ۱/ ۳۵۳

❸ مختصر القدوری وشرحہ الجوھرۃ النیرۃ،کتاب الطلاق،۲/ ۱٦٤

کے لیے شرط یہ ہے کہ شوہر عاقل، بالغ ہو، نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے، نہ اُس کی طرف سے اُس کا ولی۔ مگر نشہ والے نے طلاق دی تو واقع ہو جائے گی کہ یہ عاقل کے حکم میں ہے۔ 1

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

حالتِ حمل میں طلاق واقع ہو جاتی ہے

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاملہ عورت کو طلاق دینے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور کیا یہ طلاق واقع ہو جائے گی؟ برائے کرم بحوالہ جواب دے کر رہنمائی فرمائیں؟

(سائل: محمد زاہد، طارق روڈ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسؤلہ میں حاملہ عورت پر طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اُس کی عدّت وضعِ حمل ہے۔

چنانچہ قُرآن کریم میں ہے: وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ. 2

ترجمہ، اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں (کنز الایمان)

اور امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی خراسانی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند سے حضرت امّ کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں: عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَجَاءَتْهُ وَهُوَ

1 بہار شریعت، طلاق کا بیان، ۲/۸/۱۱۱

2 الطلاق: ٦٥/ ٤

يَتَوَضَّأُ فَقَالَتْ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَطِيبَ نَفْسِي بِتَطْلِيقَةٍ فَفَعَلَ وَهِيَ حَامِلٌ فَذَهَبَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَجَاءَ وَقَدْ وَضَعَتْ مَا فِي بَطْنِهَا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ لَهُ مَا صَنَعَ فَقَالَ: بَلَغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ. ❶

یعنی، حضرت اُمِ کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں وہ حضرتِ زبیر کے پاس آئیں اور وہ وُضو فرما رہے تھے، اُنہوں نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے ایک طلاق دے کر خوش کر دیں، تو انہوں نے ایسا کر دیا اِس حال میں کہ وہ حاملہ تھیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی طرف گئے، وہ مسجد پہنچے تو حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے پیٹ میں موجود بچے کو جَن دیا، حضرتِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنا معاملہ عرض کیا، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ گئی۔ (یعنی، قُرآنِ کریم میں حاملہ کی عدت حمل جَن لینے تک ہے، وہ عدّت پوری ہو گئی)

اور امام ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: فَأَمَّا الْحَلَالُ--- أَنْ يُطَلِّقَهَا حَامِلًا مُسْتَبِينًا- ❷

یعنی، مرد کیلئے حلال ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حمل ظاہر ہونے کے وقت طلاق

---

❶ السُّنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب العدد، باب عدۃ الحامل المطلقۃ، برقم الحدیث: ۱۵۴۲۰، ۷/ ۶۹۱

❷ سُنن الدار قطنی، کتاب الطلاق والخلع والإیلاء وغیرہ، برقم: ۳۸۴۵، ۲/ ۴/ ۳-

دے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کو طلاق دینا جائز ہے اور اُس کی عدّت وضعِ حمل ہے، پس حاملہ کی عدت کا بیان ہونا اِس بات پر دلیل ہے کہ حالتِ حمل میں طلاق واقع اور مؤثّر ہو جاتی ہے اور یہی فُقہائے کرام کی عبارات سے واضح ہے۔

چنانچہ علّامہ ابوالحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

طَلاقُ الحَامِلِ يَجُوزُ. ❶

یعنی، حاملہ کو طلاق دینا جائز ہے۔

اور محلِ وقوع، طلاق کو تو مانع نہیں ہے بلکہ طلاق کے سنّت ہونے کو بھی مانع نہیں ہے۔

چنانچہ زین الدین فخر الأئمہ علّامہ ابونصر احمد بن محمد بن عمر عتّابی بخاری حنفی متوفی ۵۸۶ھ لکھتے ہیں: وَفی "الزّیادات" شرطُه: أنْ یکون عَقیب حیض خالٍ عن الطلَاق والجماع؛ لأنّ للجماع نصاًیکون بسبَب الحمل فیندِم ولهذالم یکُن جماع الحمل مانعاًمن السنّة وکذاجِماع الآیسة والصَغیرة لاتمنعُ السنّة. ❷

یعنی اور "زیادات" ❸ میں ہے۔ طلاقِ سنّت کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسے حیض کے بعد ہو جو طلاق اور جماع سے خالی ہو؛ کیونکہ جماع کے لئے نص ہے کہ وہ حمل کا سبب ہوتا ہے لہٰذا وہ شخص (طلاق دے کر) نادم ہو گا اِسی وجہ سے حمل کا جماع

---

❶ مختصر القدوری، کتاب الطلاق، ص ١٥٤

❷ فتاویٰ العتّابیة أو جوامع الفقه، کتاب الطلاق، ق ٢٥١/ ألف، مخطوط مصوّر

❸ شرح الزیادات، کتاب الطلاق، باب من الحیض الذی تصدق فیه المرأة أو یکذب، الفصل الأول، ٢/ ٥١٤

،طلاقِ سنّت سے مانع نہیں ہے اوراسی طرح آئسہ اورنابالغ کاجماع بھی طلاقِ سنّت سے مانع نہیں ہے۔

اور مفتی محمد نوراللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ لکھتے ہیں: بلاشک وشبہ وگنجائشِ ریب یقیناً حاملہ عورت پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، تمام کُتبِ فقہ میں یہی ہے، چاروں اماموں کامذہب ہے کہ حاملہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہے کسی کااِس میں اختلاف نہیں، اگر جائز نہ ہوتی تو قرآنِ کریم نے یہ کیوں بتایا کہ حمل والی کی عدّت وضع حمل ہے۔(1)

لہٰذا قرآن وحدیث اور فقہ کی رُو سے معلوم ہوا کہ حاملہ کو طلاق یقیناً واقع اور مؤثر ہو جاتی ہے اوراس میں کسی کااختلاف نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب   Jia:27

تین سے زائد بار طلاقیں دینے کاحکم

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ میرا خاوند کسی غیر عورت میں دلچسپی لے رہا تھا، میں نے اُسے روکا تو اُس نے غصّے میں آکر مجھے چھ مرتبہ طلاق دی اور یہ بھی کہا کہ اللہ اور رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے میں نے تجھے طلاق دی۔ اِسی طرح اُس نے میری بڑی بہن کے سامنے تین مرتبہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ آپ برائے مہربانی مجھے بتائیں کہ کیا مجھے طلاق ہو گئی یا نہیں؟ اور کیا میں اپنے خاوند کے ساتھ ازدواجی زندگی گذار سکتی ہوں یا نہیں؟ نیز اُس نے بغیر میری اجازت کے دوسری شادی کرلی ہے۔ یہ

(1) فتاوی نُوریہ، کتاب الطلاق، باب طلاق الحوامل، ۳/۱۴۹

واقعہ تقریباً آٹھ ماہ پہلے کا ہے۔ (سائلہ: ایک خاتون، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں برتقدیر صدقِ سائلہ تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں اور آپ اپنے شوہر پر حُرمتِ مغلّظہ کے ساتھ حرام ہو گئی ہیں کہ اَب بے حلالہ شرعیہ اُس کیلئے ہرگز حلال نہ ہوں گی یعنی حلالہ شرعیہ کے بغیر وہ آپ سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ ❶

ترجمہ، پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اَب وہ عورت اُسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان)

اور مفسّرِ قرآن علامہ ابو بکر احمد بن علی جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں: فَحَكَمَ بِتَحْرِيمِهَا عَلَيْهِ بِالثَّالِثَةِ بَعْدَ الِاثْنَتَيْنِ ❷

یعنی، (آیتِ مبارکہ میں) اللہ عزّوجلّ نے دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دینے سے عورت کے حرام ہونے کا حکم بیان کیا ہے۔

لہٰذا آپ بغیر حلالہ شرعیہ اپنے سابقہ شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی نہیں گزار سکتی ہیں کہ دونوں پر علیحدگی فرض ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۲۴/ ذو القعدة الحرام، ۱۴۲۲ھ، ۸/ فروری، ۲۰۰۲م JIA-206

---

❶ البقرة: ۲/ ۲۳۰

❷ أحكام القرآن، سورة البقرة، ذكر الحجاج لإيقاع الثلاث معاً، تحت الآية: ۲۳۰، ۲/ ۸۳

پلاٹ کی بیع میں کاغذات کے اخراجات کس کے ذمے ہوں گے؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زمین کی خرید وفروخت میں کاغذات کے اخراجات کس کے ذمہ لازم ہیں، خریدار کے ذمہ لازم ہیں یا بیچنے والے کے ذمہ اور معاہدے میں یہ شرط لگانا کیسا ہے کہ یہ اخراجات بیچنے والا برداشت کرے گا؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں وہ اخراجات خریدار کے ذمہ ہوں گے اور اگر وہ اس شرط پر زمین خریدے کہ اِن اخراجات کو بیچنے والا ادا کرے گا تو یہ شرط لگانا جائز نہیں؛ کیونکہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور اِس میں خریدار کا نفع ہے جس کے سبب بیع فاسد ہو گی۔

چنانچہ علّامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ اور فقیہ عبدالرحمن بن محمد حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں: (ولَو) كانَ البيع (بشرطٍ لَا يقتضِيه العَقد وفِي نفعٍ لِأحد المْتعاقدَين) أي البائعِ والمُشتَرِي (أو لمبيع يستحقّ) النَّفعَ بأن يكونَ آدميًّا (فَهو) أي هذَا البَيعُ (فَاسدٌ)----(كَبيع عَبدٍ عَلى أن يُعتقَه المُشتَرِي أو يُدبّرهُ)- ❶

یعنی، اوراگر بیع اِس شرط کے ساتھ ہو جس کا عقد تقاضہ نہ کرتا ہو اور اُس میں بائع اور مشتری میں سے کسی ایک کا نفع ہو یا اُس مبیع کا نفع ہو کہ جو اس کی مستحق

---

❶ الدّر المختارشرح تنویر الأبصار، کتاب البیوع، باب الاستحقاق، تحت قوله: بحصّته، ص ۴۳۷

ہو، بایں طور پر کہ وہ آدمی ہو تو وہ بیع فاسد ہو گی جیسے غلام کو اس شرط پر بیچنا کہ اسے خریدنے والا آزاد کرے گا یا مدبر بنائے گا۔

اور علّامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: لَو كُتُبَ فِي الصّك فمَا أنفقَ المشتَري فيها مِن نفقةٍ أو رمَّ فيهَا منْ مرمّةٍ فعلَى البائعِ يَفسدُ البيعُ۔ ❶

یعنی، اگر بیع نامہ میں یہ لکھا گیا کہ خریدار جو کچھ مبیع پر خرچ کرے گا یا اُس میں مرمّت کرے گا وہ بیچنے والے کے ذمّہ ہو گا تو بیع فاسد ہو جائے گی۔

اِس کے تحت علّامہ سیّد احمد بن طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: (قولُه: يفسد) لأنه شَرط لَا يقضِيه العَقد وَلا يلائمه ❷

یعنی، کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد تقاضہ نہیں کرتا اور نہ ہی عقد سے مناسبت رہتا ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: جو شرط مُقتضائے عقد (یعنی عقد کے تقاضہ) کے خلاف ہو اور اُس میں بائع یا مشتری یا خود مبیع کا فائدہ ہو (جب کہ مبیع اہل استحقاق سے ہو) وہ بیع کو فاسد کر دیتی ہے۔ ❸

اور بیع فاسد کا ارتکاب ناجائز و گناہ ہے اور اُسے ختم کرنا واجب ہے۔

چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: أنّه

---

❶ ملتقى الأبحر وشرحه مجمع الأنهر، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ۳/ ۹۰، ۹۱

❷ حاشية الطّحطاوی علی الدر المختار، كتاب البيوع، باب الإستحقاق، تحت قوله: يفسد، ۳/ ۱۱۸

❸ بہار شریعت، بیع فاسد کا بیان، ۲/ ۱۱/ ۷۰۲

مَعصيةٌ يَجبُ رَفعهَا۔❶

یعنی، بیع فاسد گناہ ہے اور اُس کو ختم کرنا واجب ہے۔

اور بیع فاسد کا حکم بیان کرتے ہوئے امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: پس بائع و مشتری دونوں گنہگار ہوئے اور دونوں پر بحکمِ شرع واجب ہے کہ اپنے اِس بیع کو فسخ کریں اُن میں جو کوئی نہ مانے دوسرا بے اُس کی رضامندی کے کہہ دے میں نے اِس بیع کو فسخ کیا فوراً فسخ ہو جائے گی۔❷

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

صحتِ مضاربت کی شرائط

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ فضل نے اختر کو مضاربت کے لئے کچھ رقم دی اور اختر نے جلال کو اپنی مرضی سے شریک کر لیا؛ کیونکہ جلال اور اختر کا پہلے سے مشترکہ کاروبار چل رہا تھا اور فضل اور اختر میں نفع کا کوئی حصہ مقرر نہیں کیا گیا تھا اور بعد میں ایک عرصے تک اختر نے فضل کو کچھ نہ دیا۔ بار بار تقاضہ کرنے پر ایک بار کچھ سو روپے دے دیئے حالانکہ اُن کا کاروبار چل رہا تھا اور یہی کہتا رہا کہ یہ کاروبار آپ کی رقم سے نہیں ہے۔ تو کیا یہ مضاربت درست ہوئی یا نہیں اور اختر پر حصہ دینا لازم ہے یا نہیں؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں یہ عقدِ مضاربت

---

❶ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، تحت قوله: باب البيع الفاسد، ٧/ ٢٣٢

❷ فتاویٰ رضویہ، کتاب البیوع، باب البیع الباطل والفاسد، ١٧/ ١٥٣۔ ١٥٤

دُرست نہیں ہے؛ کیونکہ صحتِ مضاربت کی بعض شرائط مفقود ہیں۔

چنانچہ اِس کے صحیح ہونے کی شرائط بیان کرتے ہوئے علّامہ محمد بن عبد اللہ تمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علّامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (وشَرطُها) أمور سَبعةٌ (كَونُ رأس المْالِ من الْأثمانِ) وهُو مَعلومٌ لِلعاقدينِ (وكَفتْ فيه الإشارةُ وكَونُ رَأس المالِ عينًا لا دينًا وكَونه مُسلمًا إلَى الْمضاربِ وكَونُ الرّبحِ بَينهُما شائعًا وكَونُ نَصيبِ كُلّ مِنهمَا معلُومًا) عِند العقدِ ومِن شروطِها: كَون نصيبِ المضَاربِ مِن الرّبحِ- ❶

یعنی، مضاربت دُرست ہونے کی سات شرائط ہیں: راس المال یعنی سرمایہ (Capital) از قبیل ثمن ہو (جو چیز قیمت بننے کے لائق ہو یعنی سونا چاندی اور کرنسی)۔ عاقدین (یعنی سرمایہ لگانے والے اور کام کرنے والے) کو راس المال معلوم ہو اور اِس میں اشارہ کافی ہے۔ راس المال عین ہو یعنی معیّن ہو دَین نہ ہو (پس اگر مضاربت دَین کے ساتھ ہوئی یعنی اُس سے کہہ دیا کہ تمہارے ذمے جو میرا روپیہ ہے اُس سے کام کرو، تو یہ مضاربت صحیح نہیں)۔ راس المال، مضارب (Working partner) کو دے دیا جائے۔ نفع (Profit) دونوں کے درمیان شائع ہو (یعنی واضح ہو مثلاً نصف نصف وغیرہ)، ہر ایک کا حصہ معلوم ہو اور مضارب کے لیے نفع سے حصہ دینا شرط ہو۔

---

❶ تنویر الأبصار مع شرحه الدّر المختار، کتاب المضاربة، ص ٥٤٥

اِسی طرح علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ نے "البحر الرائق" ❶ میں اور صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ نے بہارِ شریعت ❷ میں اور مفتی محمد وقار الدین حنفی قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ نے "وقار الفتاوی" ❸ میں بیان کیا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ جب اِن شرائط پر عمل ہو گا، تو عقدِ مضاربت دُرست ہو گا ورنہ باطل ہو گا اور یہاں مذکورہ صُورت میں چونکہ ربّ المال (Capital provider) یعنی فضل اور مضارِب (اختر) دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ معلوم و متعین نہیں اور نہ ہی مضارِب کیلئے نفع دینا شرط ہے اِس لئے یہ عقد شرعاً دُرست نہیں ہے اور جب یہ عقد ہی دُرست نہیں، تو فضل کی رقم اختر کے ذمے قرض (Debt) ہے، جس کو اُسے واپس کرنا لازم ہے، البتہ فضل اس رقم پر کسی بھی قسم کا نفع نہیں لے سکتا ہے؛ کیونکہ قرض پر مشروط نفع لینا سود ہے۔

چنانچہ ابو محمد الحارث بن محمد داہر تمیمی ۲۸۲ھ ❹ اپنی سند سے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اِسی طرح علاؤالدین علی بن حسام الدین متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ ❺ راویت نقل کرتے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی

---

❶ البحر الرائق، کتاب المضاربة، ۷/ ٤٤٨. ٤٤٩

❷ بہارِ شریعت، مضاربت کا بیان، شرائطِ مضاربت، ۳/ ۱۴/ ۱۔۳

❸ وقار الفتاویٰ، کتاب البیوع، مضاربت کا بیان، شرائطِ مضاربت، ۳/ ۲۸۳

❹ بُغیة الباحث عن زوائد مسند الحارث، کتاب البیوع، باب فی القرض یجر المنفعة، برقم: ٤٣٧، ١/ ٥٠٠

❺ کنز العمال، حرف الدال، کتاب الدین والسلم، قسم الأقوال، الباب الثانی فی الترهیب عن الاستقراض من غیر ضرورة، فصل فی لواحق کتاب الدین، برقم: ١٥٥١٢، ٦/ ٩٩

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا۔

یعنی، جو قرض کوئی نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہے۔

اور شریعت میں سود (Interest) کی حُرمت وارد ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ ❶

ترجمہ، اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود۔ (کنز الایمان)

اور حدیث شریف میں سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

چنانچہ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ۔ ❷

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے کاغذات لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا یہ سب برابر ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ قرض پر مشروط نفع لینا سود ہے اور سود کی حُرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے، لہٰذا فضل کسی بھی قسم کا اختر سے قرض پر نفع نہیں لے سکتا ہے کہ اُسے حلال سمجھ کر لینا کفر ہے۔

چنانچہ علّامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی حنفی متوفی ۷۹۲ھ

---

❶ البقرة: ۲/ ۲۷۵

❷ صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب لعن آكل الربا ومؤكله، برقم: ۱۵۹۸، ۳/ ۱۲۱۹

1 اور ملّا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ 2 لکھتے ہیں(اللفظ لکلیهما):
إذَا اعتقدَ الحرَام حلالاً فإنْ كانَ حرمتُه لعينِه وقَد ثبتَ بِدلِيل قَطعِي يكفرُ و إلّا فلَا بأنْ تكونَ حرمتُه لِغيرِه أو ثبتَ بدَليل ظَنّي و بعضهُم لَم يفرّقْ بينَ الحرامِ لعَينه ولغَيرِه، فقَال: مَن استحلّ حَراماً وقَد علم في دينِ النّبي ﷺ تَحريمه كنِكاح ذَوي المحارِم أو شربِ الخَمر أوْ أكل ميتَة أو دَم أو لَحم خِنزيْر مِن غَير ضَرورة فكافِر.
یعنی، جب کوئی حرام کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھے تو اگر اُس کی حُرمت لعینہ ہو اور وہ قطعی دلیل سے ثابت ہو تو وہ کافر ہو جائے گا ورنہ نہیں بایں طور پر کہ اُس کی حُرمت لغیرہ ہو یا ظنّی دلیل سے ثابت ہو اور بعض اہل علم نے حرام لعینہ اور حرام لغیرہ کے درمیان فرق نہیں کیا ہے، لہٰذا فرمایا کہ جو حرام کو حلال بتائے اور اُس کی حُرمت دینِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں معلوم ہو، جیسے ذوی الارحام سے نکاح کرنا، شراب پینا، مردار، خون یا بلا ضرورت خنزیر کھانا، تو وہ کافر ہے۔
اور علّامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی شافعی متوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں: وقِيل: إنّ مَن أحلّ ما حرّم الله أو حرّم مَا أحلّ الله أوْ جحدَ بشَيء ممّا أنزلَ اللهُ فقدْ كفرَ باللهِ وحبطَ عَمله المتقدّم. 3
یعنی، اور کہا گیا ہے کہ بے شک جس نے اللہ عزّوجلّ کے حرام کردہ کو حلال

1 شرح العقائدالنسفية،مبحث ردّ النصوص كفر،تحت قوله:والاستهانةبهاكفر، ص١٦٧
2 شرح الكتاب الفقه الأكبر،مسألة استحلال المعصية ولو صغيرة كفر،ص٢٥٤. ٢٥٥
3 تفسير الخازن،سورة المائدة،تحت الآية:٥، ٢/ ١٥

کیا، یا اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام کیا، یا اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کسی چیز کا انکار کیا، تو بے شک اُس نے اللہ عزوجل کا انکار کیا اور اُس کے سابقہ اعمال برباد ہو گئے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: جس چیز کی حلّت، نصّ قطعی سے ثابت ہو اُس کو حرام کہنا اور جس کی حُرمت یقینی ہو اُسے حلال بتانا کفر ہے، جبکہ یہ حکم ضروریاتِ دین سے ہو، یا منکر اِس حکمِ قطعی سے آگاہ ہو۔ (1)

اور اُسے حرام سمجھ کر لینا بھی گناہ کبیرہ ہے۔

چنانچہ امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:
الكَبيرة السابِعة أكل الرِّبا. (كتاب الكبائر للذهبي مع شرحه لابن عثيمين، أكل الربا، ص ٤٠، مكتبة رحمانية، لاهور)

یعنی، سود کھانا کبیرہ گناہ ہے۔

اور امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: سود لینا مطلقاً عموماً قطعاً سخت کبیرہ ہے۔ (2)

اور جو نفع وہ لے چکا ہے اُسے اختر کو واپس کرے اور سودی لین دین کے سبب چونکہ دونوں ہی گنہگار ہوئے ہیں، لہٰذا صدقِ دل سے توبہ کریں۔

چنانچہ امامِ اہلسنّت لکھتے ہیں: سود جس سے لیا بالخصوص انہیں واپس کرنا فرض نہیں بلکہ اُسے اختیار ہے کہ اُسے واپس دے خواہ ابتداءً تصدّق کر دے، ہاں جس سے لیا اُنہیں یا اُن کے ورثہ کو دینا یہاں بھی اولیٰ ہے۔ ملخصاً (3)

---

(1) بہارِ شریعت، ایمان و کفر کا بیان، ۱/۱/۱۷۶۔۱۷۷
(2) فتاویٰ رضویہ، کتاب البیوع، باب الربٰو، ۱۷/۳۵۹
(3) فتاویٰ رضویہ، کسب وحصولِ مال، ۲۳/۵۵۱۔۵۵۲

اور مفتی محمد وقار الدین قادری لکھتے ہیں: (سود کی رقم) اگر محکمہ واپس لے لیتا ہے تو بہتر ہے ورنہ اُس کو لے کر کسی غریب مستحقِ زکوٰۃ کو مالک بنا کر دے دے اور ثواب کی نیت نہ کرے۔ [1]

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ عقدِ مضاربت دُرست نہیں ہے اور فضل کی رقم اختر کے ذمّہ قرض ہے، جس کو اُسے واپس کرنا لازم ہے، البتہ فضل اُس رقم پر کسی بھی قسم کا نفع نہیں لے سکتا ہے اور جو نفع وہ لے چکا ہے، اُسے اختر کو واپس کرے اور سودی لین دین کے سبب چونکہ دونوں گنہگار ہوئے ہیں، لہٰذا صدقِ دل سے توبہ کریں۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۷/ محرم الحرام، ۱٤۲۳ھ، ۲۲، مارچ، ۲۰۰۲م JIA-231

مالِ مضاربت ضائع ہو جائے تو ضمان کس پر ہو گا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ زید نے پیسے لگائے اور بکر نے محنت کرنی تھی بکر سے رقم یا مال چھینا گیا یا چوری ہو گیا یعنی مال ضائع ہو گیا اور اس نے خود ضائع نہ کیا تو اب زید بکر سے اُس رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں اور بکر کا یہ قول کہ مال میں نے ضائع نہیں کیا بلکہ ضائع ہو گیا معتبر ہو گا یا نہیں؟ (سائل: محمد غفران قادری، لیاقت آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں بکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو گا اور حلفیہ بیان کے بعد اُس پر کچھ لازم نہیں ہو گا ہاں اگر وہ قسم

---

[1] وقار الفتاویٰ، سود کا بیان، ۳/۲۹۸

کھانے سے انکار کردے تو اُس پر ضمان لازم ہو گا۔

چنانچہ علّامہ برہان الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ اول عبید اللہ محبوبی حنفی متوفی ۶۷۳ھ اور علّامہ عبید اللہ بن مسعود محبوبی حنفی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: (وما هَلك صُرف إلى الرّبح أولاً فإنْ زادَعلى الرِبح لَم يضمَنه المضَارب) لأنه أمِين. ❶

یعنی، اور جو مال ہلاک ہو، تو اوّلاً وہ نفع کی طرف پھیرا جائے گا پھر اگر نفع سے زیادہ ہو جائے، تو مضارب، ضامن نہیں ہو گا؛ کیونکہ وہ امین ہے۔

اور علامہ خیر الدین رملی حنفی متوفی ۱۰۸۱ھ ❷ اور اُن کے فتاویٰ سے نقل کرتے ہوئے علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ ❸ لکھتے ہیں: (سُئل) فِيما إذَا دفعَ زيدٌ لعَمرو مائة قرشٍ مضَاربة ليَشترى بهَا غنمًا وهَلك مَال المضاربةِ بدونِ تعدٍّ منْه ولَا تقصيرٍ فهَل القَول قوْل المضَاربِ فِى الهَلاكِ مَع يَمينِه (الجَواب) نَعم كمَا أفتى بذلكَ الخَيرُ الرّملِى.[واللفظ للشّامى].

یعنی، سوال کیا گیا کہ زید نے عمرو کو سو قرش بطورِ مضاربت دیئے تا کہ وہ اُس سے بکریاں خریدے لیکن زید سے مالِ مضاربت اُس کی لاپرواہی اور کوتاہی کے بغیر ہلاک ہو گیا تو کیا مضارب کا ہلاک ہونے کے بارے میں قول قسم کے ساتھ

---

❶ وقاية الروايةمع شرحه،كتاب المضاربة،باب المضارب الذى يضارب،فصل فى العزل والقسمة،٤/ ٢٥١

❷ الفتاوىٰ الخيريّة على هامش تنقيح الفتاوى الحامدية،كتاب المضاربة،٢/ ١٦٤

❸ فتاوىٰ تنقيح الحامدية،كتاب المضاربة،مطلب:القول للمضارب فى الهلاك مع يمينه،٢/ ٧٢

معتبر ہو گا؟ (اِس کے جواب میں فرمایا:)ہاں معتبر ہو گا جیسا کہ علّامہ خیر الدین رملی ❶ نے یہی فتویٰ دیا ہے۔

اور علّامہ محمد بن حسین رومی حنفی متوفی ۱۰۹۸ھ ❷ اور اُن کے حوالے سے علّامہ شامی ❸ لکھتے ہیں: وفي "فتاوىٰ الأنقروي" عَن "وجيزِ السّرخْسي" القَول قَول المضاربِ الهَلاك مَع يَمِينه.[واللّفظ للشّامي]

یعنی، اور "فتاویٰ انقروی" میں "وجیز سرخسی" (لم أعثر عليه) سے منقول ہے کہ مضارب کا قول مال ہلاک ہونے کے بارے میں قسم کے ساتھ معتبر ہو گا۔

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضاخان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: مضارب کے ذمہ نقصان کی شرط باطل ہے وہ اپنی تعدِّی و دست درازی و تضییع کے سوا کسی نقصان کا ذمّہ دار نہیں جو نقصان واقع ہو سب صاحبِ مال کی طرف رہے گا۔ ❹

والله تعالىٰ أعلم بالصّواب

۱۰/ ربیع الأوّل، ۱٤۲٤ھ۔ ۱۳/ مئی، ۲۰۰۱م JIA-451

مضارب کے ذمّہ نقصان کی شرط کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو کاروبار کے لئے ایک لاکھ روپے دیئے اور کہا کہ تم اِس سے کاروبار کرو اور اِس سے جو منافع ہو گا وہ آدھا تمہارا اور آدھا میرا ہو گا، نقصان کی صُورت میں

---

❶ الفتاویٰ الخیریة لنفع البرية، كتاب المضاربة، ۲/ ۱۰۵
❷ فتاویٰ تنقيح الحامدية، كتاب المضاربة، مطلب: القول للمضارب في الهلاك مع يمينه، ۲/ ۷۲
❸ الفتاوى الأنقروية، كتاب المضاربة، ۲/ ۲۵۳
❹ فتاویٰ رضویہ، کتاب المضاربۃ، ۱۹/ ۱۳۱

بھی آدھا آدھا حصّہ ہو گا تو کیا یہ جائز ہو گا؟ جواب تفصیلاً و بحوالہ عنایت فرمائیں۔

(سائل: نعیم احمد شیخ قادری، شہدار پور، سانگھڑ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایسا عقد جس میں روپیہ ایک شخص کا ہو اور کام دوسرا کرے، شریعت میں "مضاربت" کہلاتا ہے۔ (وقار الفتاویٰ، کتاب البیوع، مضاربت کا بیان، ۳/۲۸۷، مطبوعہ بزم وقار الدین، کراچی، طباعت: ۱۴۲۸ھ۔ ۲۰۰۷م)

چنانچہ علّامہ محمد بن عبد اللہ تُمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علّامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (هِيَ عقدُ شركةٍ فِي الرِّبحِ بمالٍ منْ جانبِ) ربّ المالِ (وعملٍ منْ جانبِ) المضاربِ. [1]

یعنی، مضاربت ربّ المال (یعنی روپے دینے والے) کی جانب سے مال کے ذریعے اور مضارب (یعنی کام کرنے والے) کی جانب سے کام کے ذریعے نفع میں شرکت کا عقد ہے۔

اور ایسا عقد کرنا شرعاً جائز ہے۔

چنانچہ علّامہ عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں: هُو عقدٌ مشروعٌ بالآيةِ وبالسّنّةِ- [2]

یعنی، عقدِ مضاربت کا مشروع ہونا قرآن و سنّت سے ثابت ہے۔

اور لکھتے ہیں: وهوَ قولهُ تعالَى: ﴿وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الأَرْضِ

---

[1] الدّر المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب المضاربة، ص ۵۴۵

[2] کتاب الاختیار لتعلیل المختار، کتاب المضاربة، ۱/۳/۲۲

يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللهِ﴾ ❶ أي يُسافرونَ للتّجارةِ، وهوَ مَا رويَ «أن العبّاسَ كانَ يدفعُ مالهُ مضاربةً، فبلغَ ذلكَ رسولَ الله صلّى الله عليهِ وسلّم فاستحسَنه وأجازَه» وبعثَ عليهِ الصّلاة والسّلام والنّاس يتعاملونهُ فأقرّهم عليهِ. وعَن عمرَ رضي الله عنهُ أنّه دفعَ مالَ اليتيمِ مضاربةً وعليهِ الإجماعُ- ملخّصًا❷

یعنی، اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''ترجمہ: اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے'' یعنی تجارت کے لئے سفر کریں گے، اور مروی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنا مال مضاربت کے طور پر دیا کرتے تھے۔ جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اچھا جانا اور اسے جائز قرار دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اِس حال میں کہ لوگ مضاربت کا معاملہ کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اِس پر ثابت رکھا اور حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یتیم کا مال مضاربت پر دیا اور مضاربت کے جواز پر اجماع ہے۔

اور عقدِ مضاربت کی بہت سی شرائط ہیں۔ جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نقصان روپے والے کا ہو گا، کام کرنے والا نقصان برداشت نہیں کرے گا اُس کی صرف محنت ضائع ہو گی اور مذکورہ صُورت میں عقدِ مضاربت درست رہے گا اور مضارب پر آدھا نقصان برداشت کرنے کی شرط باطل ہو جائے گی؛ کیونکہ

---

❶ المزمل: ۷۳/ ۲۰
❷ كتاب الإختيار لتعليل المختار، كتاب المضاربة، ۱/ ۳/ ۲۲

مضاربت میں یہ ایک ایسی شرط ہے جو نفع میں جہالت پیدا نہیں کرتی لہٰذا یہ شرط خود باطل ہے اور مضاربت صحیح رہے گی۔

چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ویبطلُ الشّرطُ کاشتراطِ الوضیعةِ علَی المضاربِ. ❶

یعنی اور شرط باطل ہو جائے گی جیسے مضارب کے ذمہ نقصان کی شرط لگانا۔

اِس کے تحت علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں: فإنّ الشّرطَ هناكَ باطلٌ و المضاربةُ صحیحةٌ۔❷

یعنی، یہاں شرط باطل ہے اور مضاربت صحیح ہے۔

اور علامہ موصلی حنفی لکھتے ہیں: (واشتراطُ الوضیعةِ علَی المضاربِ باطلٌ) لِما رویَ عنْ عليّ رضي الله عنهُ أنّه قالَ: الرِّبْحُ عَلیٰ مَا اشْتَرَطُوا عَلَیْهِ، وَالْوَضِیعَةُ عَلَی الْمالِ، ولأنّه تصرّفَ فیهِ بأمرهِ فصارَ کالوکیلِ۔❸

یعنی، مضارب پر نقصان کی شرط لگانا باطل ہے اِس لئے کہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: "نفع اُسی طور پر تقسیم ہو گا جو اُنہوں نے بوقتِ عقد شرط کیا اور نقصان ربّ المال کے ذمہ ہو گا" اور اِس لئے کہ مضارب

---

❶ الھدایة، کتاب المضاربة، ۱۹۷/۲

❷ فتح القدیر شرح الھدایة، کتاب المضاربة، تحت قوله: وکلّ شرط یوجب جھالة...إلخ، ۴۲۱/۷

❸ کتاب الاختیار لتعلیل المختار، کتاب المضاربة، ۲۳/۳/۱

نے اُسی کے حکم سے مال میں تصرّف کیا ہے پس وہ وکیل کی طرح ہو گیا۔

اور علّامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: (قولهُ بطلَ الشّرطُ) كشرطِ الخُسران علَى المضاربِ-❶

یعنی، شرط باطل ہے جیسے کام کرنے والے کے ذمّہ نقصان برداشت کرنے کی شرط۔

اور اسی طرح یہ شرط کرنا بھی باطل ہے کہ نقصان جو ہو گا وہ دونوں کے ذمّہ ہو گا اِس صُورت میں بھی مضاربت صحیح ہو گی۔ اور شرط باطل۔

چنانچہ علّامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نُجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: كلّ شرطٍ يؤدّي إلَى جهالةِ الرّبحِ فهيَ فاسدةٌ ومَا لَا فلَا مثلَ أن يشترطَ أن تكونَ الوضيعةُ علَى المضاربِ أو عليهمَا فهيَ صحيحةٌ وهوَ باطلٌ-❷

یعنی، ہر وہ شرط جو نفع میں جہالت کی طرف لے کر جائے، تو مضاربت فاسد ہے اور جو شرط ایسی نہ ہو جیسے نقصان کی دونوں کے ذمّہ شرط کرنا تو مضاربت صحیح ہے اور شرط باطل ہے۔

اور علّامہ جلال الدین بن شمس الدین خوارزمی حنفی متوفی ۷۶۷ھ

---

❶ الدر المختار مع حاشیته ردّ المحتار، کتاب المضاربة، ۸/ ۵۰۲

❷ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب المضاربة، تحت قوله: هی شرکة فی الربح بمال إلخ، ۷/ ۴۴۹

لکھتے ہیں: وكذلكَ اشتراط الوضيعةِ عليهما يفسدُ أيضاً- ❶

یعنی، اسی طرح نقصان کو (روپے دینے والے اور کام کرنے والے) دونوں کے ذمّہ شرط کرنے سے شرط فاسد ہو جائے گی۔

اور امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: مضارب کے ذمّہ نقصان کی شرط باطل ہے وہ اپنی تعدی و دست درازی و تضییع کے سوا کسی نقصان کا ذمّہ دار نہیں جو نقصان واقع ہو سب صاحبِ مال کی طرف رہے گا۔ ❷

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اگر (مضاربت میں لگائی گئی) اِس شرط سے نفع میں جہالت نہ ہو تو وہ شرط ہی فاسد ہے اور مضارَبت صحیح ہے مثلاً یہ کہ نقصان جو کچھ ہو گا وہ مضارِب کے ذمّہ ہو گا یا دونوں کے ذمہ ڈالا جائے گا۔ ❸

لہٰذا مضاربت میں نقصان واقع ہو جائے تو اُسے نفع سے پورا کیا جائے گا اگر پورا نہ ہو سکے یا نقصان، نفع سے زیادہ ہو، تو اُس کا ذمّہ دار ربّ المال ہو گا نہ کہ مضارب (یعنی کام کرنے والا)۔

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ٦/ ذو القعدة، ١٤٢٦هـ، ٩/ دسمبر، ٢٠٠٥م JIA-716

---

❶ الكفاية على الهداية، كتاب المضاربة، تحت قوله: كاشتراط الوضيعة على المضارب، ٦/ ٢٠٨

❷ فتاویٰ رضویہ، کتاب المضاربۃ، ۱۹/ ۱۳۱

❸ بہار شریعت، مضاربت کا بیان، ۳/ ۱۴/ ۳

بدبودار گوشت کھانے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ گوشت سڑ کر بدبودار ہوجائے تو کیا اُسے پکا کر کھایا جاسکتا ہے؟ اور اگر ایسا گوشت پانی میں گر جائے تو کیا پانی ناپاک ہوجائے گا؟

(سائل: شہاب الدین، پی آئی بی کالونی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں بدبودار گوشت کھانا حرام ہے مگر نجس نہیں ہے لہٰذا اُس کے پانی میں گرنے سے پانی بدستور پاک رہے گا۔

چنانچہ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ (1) اپنی سند سے اور امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ (2) حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِي يُدْرِكُ صَيْدَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ: «فَكُلْهُ مَا لَمْ يُنْتِنْ»۔

یعنی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اپنا شکار تین دن کے بعد ملے تو وہ اُس میں بدبو پیدا ہونے سے پہلے اُس کو کھا سکتا ہے۔

اِسی لئے فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ بدبودار گوشت کھانا حرام ہے۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب إذا غاب عنه الصید ثم وجده، برقم: ۱۹۳۱، ۳/ ۱۵۳۲

(2) شرح مشکل الآثار للطحاوی، باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ ﷺ فی حکم اللحم إلخ، برقم: ٤٠٢٤، ۱۰/ ۱۹۵

چنانچہ علّامہ فرید الدین عالم بن علاء دہلوی حنفی متوفی ۷۸٦ھ ❶، علّامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ ❷ اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❸ نے لکھا ہے: يَحرمُ أكلُ لَحمٍ أنتنَ-[واللفظ للدّر]

یعنی، بدبودار گوشت کھانا حرام ہے۔

"درِّ مختار" کی اِس عبارت کے تحت علّامہ حلبی کے حوالے سے علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: قالَ ح: أيْ: لأنّهُ يَضرّ لَا لأنَّهُ نَجسٌ. ❹

یعنی، علّامہ حلبی ❺ نے فرمایا؛ کیونکہ یہ بدبودار گوشت نقصان دیتا ہے نہ اِس لئے کہ یہ ناپاک ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱/ رمضان، ۱٤۲۳ھ-۷/ نومبر، ۲۰۰۲م JIA-345

---

❶ الفتاوی التتارخانیة، کتاب الطهارة، الفصل السابع فی النجاسات وأحکامها، النوع الثانی من هذا الفصل فی مقدار النجاسة إلخ، ٤٤٥/١

❷ الدر المختار علی تنویر الأبصار، کتاب الطهارة، فصل الاستنجاء، ص ٥٠

❸ الفتاوی الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الأکل وما یتصل به، ٣٣٩/٥

❹ ردّالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطهارة، فصل الاستنجاء، مطلب فی الفرق بین الاستبراء إلخ، ٦٢٠/١

❺ غُنیة المستملی فی شرح منیة المصلی، فصل فی الأنجاس، تحت قوله: مع لحمه أوجلده، ص ١٢٨

مہر کی ادائیگی تقسیمِ ترکہ پر مقدّم ہے

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا بیوہ کا حق مہر جائیداد کی مالیّت سے منہا کر کے باقی جائیداد تقسیم کر دی جائے گی جبکہ مہر دس ہزار ہے یا مہر کی رقم منہا نہیں کی جائے گی؟

(سائل: محمد اشرف، برنس روڈ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں جبکہ شوہر نے اپنی زندگی میں بیوی کو مہر نہ دیا ہے تو اب اُس کے ترکہ سے پہلے کفن دفن کے اخراجات نکالے جائیں گے اور پھر مہر کی رقم منہا کر کے بیوہ کو دی جائے گی؛ کیونکہ مہر شوہر کے ذمّہ قرض ہے، لہٰذا تقسیمِ میراث سے قبل اِسے ادا کرنا ضروری ہے۔

چنانچہ قُرآنِ کریم میں ہے: مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصِي بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ[1]

ترجمہ، (تقسیمِ ترکہ) بعد اُس وصیّت کے جو کر گیا اور دَین کے۔ (کنز الإیمان)

اِس آیت کے تحت علامہ عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں: أنّه يقتَضِي تأخّر القِسمَة عَن الدّينِ والوَصيّة ولَا يَقتضِي تقدّمَ أحدِهما عَلى الآخرِ فكَانتِ الآيةُ مُجملةً، وقَد بلغَنا «أنّ النّبيّ عليهِ الصّلاة والسّلام قدّم الدَّين علَى الوَصيّة» فكانَ بيانًا لحُكمِ الآيةِ، رَواه عَنهُ عليٌّ رضِي الله عَنه، ولأنّ الدّينَ مُستحقٌّ عليهِ، والوَصيّة تُستحقُّ منْ جهتِه، والمستَحقّ علَيه أولىٰ لأنّه مُطالَب بِه،

---

[1] النسآء: ٤/ ١١

لأنّ فراغَ ذمّتِه مِن أهمّ حَوائجِه، قَال عَليه الصّلاة والسّلام: «الدَّيْنُ حَائِلٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ»، ولأنّ أداءَ الفَرائضِ أولىٰ مِن التّبرُّعاتِ-❶

یعنی، اِس آیت کا تقاضہ یہ ہے کہ تقسیم ترکہ دَین اور وصیت سے مؤخّر ہو اور ان دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے پر مقدّم ہونے کا تقاضہ نہیں کرتا ہے، لہٰذا یہ آیتِ کریمہ مجمل ہے اور ہمیں یہ حدیث شریف پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دَین یعنی قرض کو وصیت پر مقدّم فرمایا ہے پس اِس کے ذریعے آیت کے حکم کی وضاحت ہو گئی، اِس حدیث کو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔❷ اور دَین اِس لئے بھی مقدّم ہے کہ قرض کی ادائیگی اُس پر واجب ہے جبکہ وصیّت اُس کی طرف سے ہے، لہٰذا واجب پر عمل اَولیٰ ہے؛ کیونکہ یہ مطلوب ہے اور اس لئے بھی کہ اپنے ذمّہ سے فارغ ہونا اُس کی زیادہ اہم ضروریات میں سے ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دَین بندے اور جنت کے درمیان حائل ہوتا ہے"❸ اور اس لئے بھی کہ فرائض کی ادائیگی تبرُّعات یعنی نفلی کاموں سے بہتر ہے۔

اور مذکورہ بالا آیت کے تحت صدرالافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی حنفی متوفی۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: کیونکہ وصیّت اور دَین یعنی قرض ورثہ کی تقسیم سے مقدم ہے اور دَین وصیت پر بھی مقدم ہے، حدیث شریف میں ہے إنَّ الدَّيْنَ قَبْلَ

---

❶ الاختيار لتعليل المختار، كتاب الفرائض، تحت قوله: يبدأ من تركه الميت إلخ، ١/ ٥/ ١٠٤-١٠٥.

❷ سُنن ابن ماجة، كتاب الوصايا، باب الدين قبل الوصية، برقم: ٢٧١٥، ٣/ ٣٢٠

❸ المسند لأحمد، مسند سمرة بن جندب، برقم: ٢٠١٢٤، ٣٣/ ٣١٠

الْوَصِیَّۃِ۔ ❶

اورامامِ اہلسنت امام احمد رضاخان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: ادائے مہر تقسیم ترکہ پر مقدّم ہے جب تک مہر ادا یا معاف نہ ہولے کوئی وارث کچھ نہیں پاسکتا۔ ❷

لہٰذا مہر کے دس ہزار روپے ترکہ سے منہا کرنے کے بعد باقی جائیداد تقسیم کی جائے گی۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

۲۰/ شعبان المعظم، ۱٤۲٤ھ، ۱۷/ مارچ، ۲۰۰۳م　　　　JIA-506

لے پالک کا ترکہ میں حصہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عبد الغفار کی اپنی کوئی اولاد نہیں۔ اُس کی بیوی حمیدہ نے اپنے چھوٹے بھائی محمد صدیق کے بیٹے فیصل کو تین ماہ کی عمر سے گود لیا تھا، اب فیصل کی عمر سترہ سال ہے۔ عبد الغفار نے فیصل کا برتھ سرٹیفکیٹ، "ب" فارم، شناختی کارڈ، یا پاسپورٹ، اسکول ایڈمیشن وغیرہ ہر جگہ فیصل عبد الغفار لکھوایا ہے اور سگے بیٹے کی طرح اُس کی پرورش کی۔ اوراب عبد الغفار کا انتقال ہوگیا ہے، توکیا مرحوم کے دیگر ورثاء کی طرح فیصل بھی مرحوم کے ترکہ سے حصہ پائے گا یا نہیں؟

(سائل: محمد یوسف علی محمد، VIP پیلس، نیا آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں فیصل جو کہ مرحوم

---

❶ خزائن العرفان، سورۃ النسآء، تحت الآیۃ: ۱۱، ص ۱٤۱

❷ فتاویٰ رضویہ، کتاب الفرائض، ۲۶/ ۹۶

کے رشتہ میں کچھ نہیں، اُس کو محض پال پوس کر بڑا کیا ہے، اُس کا مرحوم کے ترکہ سے کوئی حصہ شرع کی طرف سے نہیں ہے۔ہاں اگر مرحوم کے بالغ ورثاء باہمی رضامندی سے کُل ترکہ سے یا کوئی وارث اپنے حصہ سے اُسے کچھ دینا چاہے تو دے سکتاہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

قُرآنِ کریم میں ہے:وَ مَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ (1)

ترجمہ، اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے۔(کنز الإیمان)

اِس آیت کے تحت قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:فلَا یثبتُ بالتَّبنِي شَیء مِن أحکامِ البنوۃِ مِن الإرثِ وحُرمۃِ النِّکاحِ وغیرِ ذلکَ۔(2)

یعنی، کسی کو منہ بولا بیٹا بنانے سے حقیقی بیٹے کے احکام میں سے کوئی شے ثابت نہیں ہوتی مثلاً وراثت، اور حُرمتِ نکاح وغیرہ۔

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: پسر خوانده نه چنیں کس را پسر می شود نه خود بے علاقه از پدر ان الحقائق لاتغیّر، شرعاً وارث پدرست نه اینکس دیگر.(یعنی، منہ بولا بیٹانہ ایسے شخص کا بیٹاہو تاہے اور نہ ہی اپنے باپ سے بے تعلق ہو تاہے کیونکہ

---

(1) الأحزاب:۳۳/ ٤

(2) تفسیر المظهری، سورۃ الأحزاب، تحت الآیة:٤، ٧/ ٢٩٢

حقیقتوں میں تغیر نہیں ہوتا۔شرعی طور پر وہ اپنے باپ کاوارث ہے نہ کہ اس دوسرے شخص کا جس نے اس کو منہ بولا بیٹا بنایا ہے۔)❶

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: تبنی کرنا یعنی لڑکا گود لینا شرعاً منع نہیں مگر وہ لڑکا اُس کالڑکا نہ ہوگا بلکہ اپنے باپ ہی کا کہلائے گا اور وہ اپنے باپ کا ترکہ پائے گا۔ گود لینے والے کانہ یہ بیٹا ہے نہ اُس حیثیت سے اُس کا وارث ہاں اگر وارث ہونے کی بھی اس میں حیثیت موجود ہے، مثلاً بھتیجا کو گود لیا تو یہ وارث ہو سکتا ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو۔❷

واللہ تعالی أعلم بالصواب

۱۱/ صفر المظفر،۱۴۲۳ھ.۲۵/ اپریل،۲۰۰۲م JIA-258

بیوہ اوراولاد میں وراثت کی تقسیم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ زید کاانتقال ہوگیاہے،اُس کی ایک بیوہ، چار بالغ لڑکے اور پانچ بالغ لڑکیاں ہیں۔زید پر ایک لاکھ کا قرض تھا،اُس کے ترکہ میں ایک دوکان اور ایک مکان ہے،اُن کی تقسیم کس طرح ہوگی برائے کرم وضاحت سے بیان فرمائیں۔ بیّنوا بالبرهان وتؤجروا عند الرّحمٰن (سائل: محمد معین قادری، لیاقت آباد، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صدقِ سائل وانحصارِ ورثاء درمذکورین بعدِ اُمورِ ثلاثہ متقدّمہ علی الارث (یعنی کفن دفن

---

❶ فتاویٰ رضویہ، کتاب الفرائض،۲۶/۱۷۸۔۱۷۹

❷ فتاویٰ امجدیہ، کتاب الفرائض،۲/۳/۳۶۵

کے تمام اخراجات، مرحوم کے ذمّہ جو مذکورہ قرض ہے اُس کی ادائیگی اور غیر وارث کے لئے وصیّت کی ہو تو تہائی مال سے اُسے پورا کرنے کے بعد) مرحوم کا مکمل ترکہ ایک سو چار (۱۰۴) حصّوں پر تقسیم ہو گا، جس میں سے بیوہ کو آٹھواں حصّہ یعنی تیرہ حصّے ملیں گے؛ کیونکہ میّت کی اولاد ہونے کی صُورت میں بیوہ کا آٹھواں حصّہ ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ ❶

ترجمہ، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو اُن کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں (کنز الایمان)

اور بقیہ اکیانوے (۹۱) حصّے مرحوم کی اولاد کے درمیان تقسیم ہوں گے اور وہ اِس طرح کہ ہر ایک بیٹے کو چودہ، چودہ (۱۴، ۱۴) حصے ملیں گے جبکہ ہر ایک بیٹی کو سات، سات (۷، ۷) حصے ملیں گے، کیونکہ بیٹے کا حصہ بیٹی کی بنسبت دُگنا ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: يُوۡصِيۡكُمُ اللّٰهُ فِىۡۤ اَوۡلَادِكُمۡ‌ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ‌ ❷

ترجمہ، اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر۔ (کنز الایمان)

اور علّامہ ابو نصر اقطاع احمد بن محمد بن محمد بغدادی حنفی متوفی ۴۷۴ھ آیت

---

❶ النساء: ٤/ ١٢
❷ النساء: ٤/ ١١

مذکور کے تحت لکھتے ہیں: فدلّ علی ذٰلك علی استِحقاق الابن والبنت المیراثَ لأنّ اسم الولَدیتناولُهم.[1]

یعنی، یہ آیتِ مبارکہ بیٹے اور بیٹیوں کے مستحق میراث ہونے پر دلالت کرتی ہے؛ کیونکہ اولاد کا اسم انہیں (بیٹے اور بیٹوں دونوں) کو شامل ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۱۰/ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ، ۳ جولائی ۲۰۰۱م JIA-86

والدین، بیوہ اور اولاد کے درمیان تقسیمِ ترکہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ زید کا انتقال ہوگیا تو اس کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی، اُس کے ورثاء میں اُس کے والدین، بیوہ، ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں؟

(سائل: سیّد محمد طاہر، موسیٰ لین، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صدقِ سائل وانحصارِ ورثاء در مذکورین بعد اُمورِ ثلاثہ متقدمہ علی الإرث (یعنی کفن دفن کے تمام اخراجات اور اگر مرحوم کے ذمّہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی اور غیر وارث کے لئے وصیت کی ہو تو تہائی مال سے اُسے پورا کرنے کے بعد) مرحوم کا مکمل ترکہ چھیانوے (۹۶) حصّوں میں تقسیم ہوگا، جس میں سے بیوہ کو آٹھواں حصّہ یعنی بارہ حصّے ملیں گے؛ کیونکہ میّت کی اولاد ہونے کی صُورت میں بیوہ کا آٹھواں حصّہ ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا

---

[1] شرح مختصر القدوری، کتاب الفرائض، تحت قوله: المجمع علی توریثهم من الذکور... إلخ، ۷/ ۲۹۰

تَرَكْتُم ❶

ترجمہ، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں (کنز الایمان)

اور مرحوم کے والدین میں سے ہر ایک کو مکمل ترکہ سے چھٹا حصہ یعنی (۱۶،۱۶) حصے ملیں گے؛ کیونکہ میّت کی اولاد موجود ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: وَ لِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ❷

ترجمہ، اور میّت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اُس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو (کنز الایمان)

اور بقیہ باون (۵۲) حصّے مرحوم کی اولاد کے درمیان تقسیم ہوں گے اور وہ اِس طرح کہ بیٹے کو چھبیس (۲۶) حصے ملیں گے جبکہ دونوں بیٹیوں میں سے ہر ایک بیٹی کو تیرہ تیرہ (۱۳،۱۳) حصّے ملیں گے؛ کیونکہ بیٹے کا حصّہ بیٹی کی بنسبت دُگنا ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ❸

ترجمہ، اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر (کنز الایمان)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

---

❶ النساء:٤/١٢
❷ النساء:٤/١١
❸ النساء:٤/١١

۱۷، محرم الحرام ۱۴۲۲ھ، ۱۳، اپریل ۲۰۰۱ء JIA-052

بیوہ، تیرہ بیٹیوں اور دو بیٹوں میں تقسیمِ ترکہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی چھ بیٹیاں تھیں اور اُس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی پھر اُن دونوں نے دوسری شادی کرلی اور اُس شخص کو دوسری بیوی سے دو بیٹے اور سات بیٹیاں ہوئیں، اب اُس کا انتقال ہو گیا ہے اور پہلی بیوی سے جتنی بیٹیاں تھیں سب شادی شُدہ ہیں، اب مرحوم کی کُل جائیداد سے مذکورہ وُرثاء میں سے کس کو کتنا حصہ ملے گا؟ اور مرحوم کے بھائیوں کو کچھ ملے گا یا نہیں؟ اور اسی طرح مرحوم کی پہلی بیوی کو کچھ ملے گا یا نہیں؟ نیز اگر کسی وارث کا انتقال مُورِث سے قبل ہو جائے تو ترکہ میں سے اُس کا یا اُس کے ورثاء کا حصہ ہو گا یا نہیں؟

(سائل: حافظ محمد انور نقشبندی، گلشن قادری، ملیر سٹی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں بر تقدیر صدقِ سائل وانحصارِ ورثاء در مذکورین بعد اُمورِ ثلاثہ متقدمہ علی الإرث (یعنی کفن دفن کے تمام اخراجات اور اگر مرحوم کے ذمّہ قرض ہو تو اُس کی ادائیگی اور غیر وارث کے لئے وصیت کی ہو تو تہائی مال سے اسے پورا کرنے کے بعد) مرحوم کا مکمل ترکہ ایک سو چھتیس (۱۳۶) حصّوں پر تقسیم ہو گا جس میں سے بیوہ کو آٹھواں حصہ یعنی سترہ (۱۷) حصے ملیں گے، کیونکہ میّت کی اولاد ہونے کی صُورت میں بیوہ کا آٹھواں حصّہ ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا

تَرَكْتُمْ ❶

ترجمہ، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو اُن کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں۔(کنز الإیمان)

اور بقیہ ایک سو اُنیس (۱۱۹) حصے مرحوم کی تمام اولاد کے درمیان تقسیم ہوں گے اور وہ اِس طرح کہ ہر ایک بیٹے کو چودہ، چودہ (۱۴،۱۴) حصّے ملیں گے جبکہ ہر ایک بیٹی کو سات، سات (۷،۷) حصے ملیں گے؛ کیونکہ بیٹے کا حصہ بیٹی کی بنسبت دُگنا ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ❷

ترجمہ، اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر (کنز الإیمان)

اور مرحوم کی جائیداد میں اُن کی پہلی بیوی اور بھائیوں کا کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر وُرثاء میں سے بعض کا انتقال مرحوم کی حیات ہی میں ہو گیا تھا، تو اُن کا اور اُن کی اولاد کا بھی مرحوم کی جائیداد میں کوئی حق نہیں ہے اور اِس صُورت میں مرحوم کا مکمل ترکہ اُن کی وفات کے وقت موجود وُرثاء میں تقسیم ہو گا؛ کیونکہ وراثت کا حقدار وہی ہوتا ہے جو اپنے مُورِث کی موت کے وقت زندہ ہو۔

چنانچہ علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۳۰۶ھ لکھتے

---

❶ النساء: ٤/ ١٢
❷ النساء: ٤/ ١١

ہیں: وجودُ وارِثه عِند مَوتِه حیًّا-❶

یعنی، وراثت کا حقدار ہونے کیلئے مُورِث کی موت کے وقت اُس کے وارث کا زندہ موجود ہونا شرط ہے۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

۲۲/ ذو القعدۃ الحرام، ۱۴۲۲ھ، ۶/ فروری، ۲۰۰۲م　JIA-203

بیوہ اور اولاد کے درمیان تقسیمِ ترکہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہوا اور اُس نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوہ، چار بیٹے اور چار بیٹیاں وارث چھوڑیں اور کُل ترکے کی مالیت، اکیاون (۵۱) لاکھ روپے چھوڑے تو اب اُس کا ترکہ کیسے تقسیم ہو گا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صدقِ سائل وانحصارِ ورثاء درمذکورِین بعد اُمورِ ثلاثہ متقدمہ علی الإرث (یعنی کفن دفن کے تمام اخراجات اور اگر مرحوم کے ذمّہ قرض ہو تو اُس کی ادائیگی اور غیر وارث کے لئے وصیّت کی ہو، تو تہائی مال سے اُسے پورا کرنے کے بعد) مرحوم کا مکمل ترکہ چھیانوے (۹۶) حصّوں پر تقسیم ہو گا، جس میں سے بیوہ کو آٹھواں حصّہ یعنی بارہ حصے ملیں گے؛ کیونکہ میت کی اولاد ہونے کی صُورت میں بیوہ کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا

---

❶ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الفرائض، تحت قوله: علم بأصول إلخ، ۱۰/ ۵۲۵

تَرَكْتُمْ ❶

ترجمہ، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو اُن کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں۔(کنز الایمان)

اور بقیہ چوراسی (۸۴) حصے مرحوم کی اولاد کے درمیان تقسیم ہوں گے اور وہ اس طرح کہ ہر ایک بیٹے کو چودہ، چودہ (۱۴،۱۴) حصے ملیں گے جبکہ ہر ایک بیٹی کو سات، سات (۷،۷) حصے ملیں گے؛ کیونکہ بیٹے کا حصہ بیٹی کی بنسبت دُگنا ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ❷

ترجمہ، اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر(کنز الایمان)

اور امام ابو محمد عبد الرحمن بن محمد ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند سے حضرت عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: يَقُولُ: كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ، فَنَسَخَ اللهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا أَحَبَّ فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ❸

یعنی، مال اولاد کے لئے تھا اور ماں، باپ اور رشتہ داروں کے لئے وصیّت تھی، تو اللہ عزّوجلّ نے جو زیادہ پسندیدہ تھا اِسے اُس سے منسوخ فرمایا اور بیٹے کے

---

❶ النساء:٤/ ١٢

❷ النساء:٤/ ١١

❸ تفسیر ابن أبي حاتم، سورة النساء، ٤/ ١١، رقم الحديث: ٤٨٨٧، ٣/ ٨٨٠

لئے دو بیٹیوں کی مثل حصّہ مقرر فرمایا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

جمعرات، ۲۳ جمادی الأولیٰ ۱٤۲٦ھ، ۱۰ جولائی ۲۰۰٤م 104-F.inp

مناسخہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ صدیق ولد کرفل شیخ فوت ہوچکا ہے۔ ترکہ میں رقبہ 0-3-39، اراضی ہے جائز وارث مندرجہ ذیل ہیں۔ ایک بیوہ جینندی اور دو بیٹے جعفر اور امین محمد ایک بیٹی سون بائی ہے جینندی فوت ہوچکی ہے۔ امین محمد فوت ہوا، اُس کی ایک بیوہ بچل ہے۔ امین محمد کی اولاد نہیں ہے۔ سون بائی فوت ہوچکی ہے اُس کا ایک بیٹا محمد نواز ہے، سون بائی کا خاوند حسن زندہ ہے، ازروئے شرعی اُن کا حصہ کس طرح تقسیم کیا جائے؟ اُن ورثاء کے حصص کی سند دیکر مشکور فرمائیں۔

(سائل: غلام نبی شیخ، گڈانی، ضلع لسبیلہ، بلوچستان)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صدق سائل وانحصارِ ورثاء درمذ کورین بعد اُمورِ ثلاثہ متقدّمہ علی الارث مرحوم کا مکمل ترکہ چالیس (۴۰) حصّوں پر تقسیم ہوگا جس میں سے چوبیس حصے جعفر کو، چار حصّے بچل کو، تین حصّے حسن کو اور نو حصّے محمد نواز کو ملیں گے۔

اور امین کی بیوی بچل کو اپنے شوہر کی جائیداد سے چوتھائی حصّہ ملے گا؛ کیونکہ اُس کی کوئی اولاد نہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں بیوہ کے حصّہ کے متعلق اللہ عزّوجلّ کا فرمان ہے: وَ

لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ❶

ترجمہ: اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو۔ (کنزالایمان)

اوراسی وجہ سے علامہ سراج الدین ابو محمد علی بن عثمان تیمی اوسی حنفی متوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں: للزّوجة الواحدة فصاعِدةً الرّبع إلّامع الولد أوْ ولَدالابن وإنْ سفل. ❷

یعنی، ایک یا زیادہ بیویوں کے لئے چوتھائی حصّہ ہے مگر بیٹے یا پوتے کے ساتھ اگرچہ نیچے تک ہو۔

وصُورة المسئلة هٰكذا: ۴۰=۴×۱۰=۲×۵ مرحوم صدیق

المیـــــــــــــــــــــــت

بیٹا	بیٹا	بیٹی
جعفر	امین محمد	سون بائی
۲	۲	۱
۴	×	۲
۱۶		

المسئلة من: ۴(۲) بینهما التداخل امین محمد مف ۲(۱)

المیـــــــــــــــــــــــت

بیوہ	بھائی	بہن
بچل	جعفر	سون بائی

❶ النساء: ٤/ ١٢

❷ الفتاویٰ السراجیة، کتاب الفرائض، باب أنصباء الإناث، ٥٧٨

۱	۲	۱
۴	۸	×

المسئلة من : ۴ بینهما التباین سون بائی مف ۳

المیـــــــــــــــــــــــــت

شوہر	بیٹا
حسن	محمد نواز
۱	۳
۳	۹

الأحیـــــــــــــــ۴۰ــــــــاء

جعفر	بچل	حسن	محمد نواز
۲۴	۴	۳	۹

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲۵/ رجب المرجب، ۱۴۲۴ھ. ۲۳/ ستمبر، ۲۰۰۳م JIA-502

ختمِ قُرآن کے موقع پر شیرینی وغیرہ تقسیم کرنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اکثر مقامات پر لوگ رمضان المبارک میں نمازِ تراویح میں ختمِ قُرآن پر شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں تو یہ شیرینی تقسیم کرنا کیسا ہے؟ (سائل: عبید اللہ، ٹھٹھ، سندھ)

باسمہ تعالیٰ وتقدّس الجواب: ختمِ تراویح پر شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا اپنے مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچانے اور خوشی کے موقع پر ضیافت کی صُورت ہے، لہٰذا یہ جائز ہے۔

چنانچہ قُرآنِ کریم میں ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ

فَلْيَفْرَحُوْا۔❶

ترجمہ، تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔(کنز الإیمان)

اورامام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:قَالَ:«مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ»۔❷

یعنی، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو چاہئے کہ اُسے نفع پہنچائے۔

اوراسی سوال کے جواب میں علامہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی متوفی۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:الظّاهرُ أنه يتخذُ للسّرورِ الحَاصل بختمِ القُرآنِ، واتخَاذ الضّيافاتِ للسّرور جائزة وأيّ سرورٍ أعلى مِن السّرورِ بختم القرآنِ عند أهل الإيمان.❸

یعنی، ظاہر یہ ہے کہ یہ خوشی کی وجہ سے ہے جو کہ ختم قرآن سے حاصل ہوئی اور خوشی کے موقع پر ضیافت (دعوت) کرنا جائز ہے اور مؤمنین کے نزدیک ختم قُرآن سے بڑھ کر کون سی خوشی ہو سکتی ہے۔

اورصدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:یونہی

---

❶ یونس:۱۰/ ۵۸

❷ صحيح مسلم، كتاب السّلام، باب استحباب الرقية من العين إلخ، برقم: ۱۷۲٦، ٤/ ٦۲

❸ فتاویٰ واحدی، کتاب الصّلوة، فصل فی القراءة والتراویح...إلخ، ۱/ ۱۷۱

بعدِ ختمِ تراویح یا بعدِ میلاد شریف شیرینی کا تقسیم کرنا بھی جائز۔(فتاوی امجدیہ، کتاب الوقف، باب المسجد، ۲/۳/۱۲۱، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ، کراچی، طباعت: ۱۴۳۴ھ۔ ۲۰۱۳م)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۷/ رمضان المبارک، ۱۴۲۲ھ۔ ۱۲/ دسمبر، ۲۰۰۱م JIA-180

بہارِ شریعت کتُبِ فقہ میں معتبر ہے

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ بعض سُنّی بریلوی علماء "بہار شریعت" کے مسائلِ فقہ کو معتبر نہیں مانتے۔ کیا واقعی "بہارِ شریعت" کے بعض مسائل قرآن وحدیث اور فقہِ حنفی کے مُتصادم ہیں؟ جبکہ ہمارے بعض سُنّی بریلوی آئمہ کی اکثریت اِس کتاب پر عمل کرتی ہے۔

"بہار شریعت" حصہ پانزدہم پر مذکورہ مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے بطورِ نمونہ اُس سے مندرجہ ذیل چند سُطور ملاحظہ فرمائیں اور تفصیلی جواب سے نوازیں۔

مسئلہ: پورا حلقوم ذبح کی جگہ ہے یعنی اُس کے اعلیٰ، اوسط، اسفل جس جگہ میں ذبح کیا جائے جانور حلال ہو گا۔

اور لکھتے ہیں: ذبح فوق العقدہ ہو جائے اِس میں علماء کو اختلاف ہے کہ جانور حلال ہو گا یا نہیں۔ اِس باب میں قولِ فیصل یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ میں اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہے ورنہ نہیں۔

(سائل: محمد عرفان سلطانی، خادم جامع مسجد قبا ناگی، میانوالی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: "بہارِ شریعت" فقہِ حنفی کے مسائل کا ایک عظیم مجموعہ / انسائیکلوپیڈیا ہے اوراس کے مسائل ہر گز قرآن وحدیث اور فقہِ حنفی کے متصادم نہیں ہیں بلکہ اِس کتاب میں فقہائے کرام کے مختلف فیہ مسائل میں

سے بھی مفتیٰ بہ مسائل تحریر کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔

اِس میں مذکور کوئی مسئلہ اگر فقہ حنفی کے خلاف ہو تو وہ بیان کیا جائے باقی ایسے ہی کہہ دینا کہ اِس کے مسائل فقہِ حنفی سے متصادم ہیں ہرگز ہرگز معتبر نہیں ہے۔

صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ نے اِس کتاب میں جو ابحاث بیان کیں وہ بہت سی جگہوں پر حوالہ جات کے ساتھ ہیں اور کہیں حوالہ نہ دیا، تو بعد کے مُخرِّجین نے اُس مسئلہ کے ماخذ کی نشاندہی کی ہاں اگر کہیں لکھنے میں سہو ہوا ہو یا کتابت کی غلطی نظر آئے تو اُس کی نشاندہی کرنی چاہیے نہ کہ سرے سے فقہ حنفی کے مسائل کے اِس عظیم مجموعہ کی مخالفت اور انکار۔

آپ نے اِس کتاب کے مواد کو قرآنِ کریم سے اخذ کیا ہے تو اِس سورت کا نام ذِکر کیا جس کی یہ آیت ہے اور کتبِ احادیث سے اخذ کیا ہے تو کتاب کا حوالہ دیا ہے اور کتبِ فقہ سے اخذ کیا ہے تو اُس کتاب کا ذِکر کیا ہے جس سے آپ نے اِس مسئلہ کو نقل کیا اور بعض مسائل میں جو اکثر کُتُبِ فقہ میں موجود ہیں تو وہاں کُتُبِ عامہ لکھ دیا ہے۔ لکھنے میں اگر سہو ہوا ہو یا کتابت کی غلطی نظر آئے تو اس کی نشاندہی کرنی چاہیے نہ کہ سرے سے فقہ حنفی کے مسائل کے اس عظیم مجموعہ کی مخالفت اور انکار۔

اور جو مسئلہ آپ نے سوال میں ذِکر کیا وہ صرف "بہار شریعت" میں نہیں دیگر بڑی کُتبِ فقہ میں بھی موجود ہے۔

چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ [1] اور اُن سے امام برہان

---

[1] الجامع الصغیر، کتاب الذبائح، ص ۲۳۰

الدین ابوالحسن علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ (1) اور اُن سے علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (2) نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لَا بأسَ بالذّبح فِي الحلقِ كلّهِ وسطِه وأعلاهُ وأسفلِه، والأصلُ فيهِ قولهُ عليهِ الصّلاةُ والسّلامُ «الذَّكَاةُ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَاللَّحْيَيْنِ» و لأنّه مجمعُ المجرَى والعروقِ فيحصلُ بالفعلِ فيهِ إنهارُ الدّم عَلى أبلغِ الوجوهِ فكانَ حكمُ الكلّ سواءً-[و اللفظ للمرغيناني]

یعنی، پورے حلق میں ذبح میں کوئی حرج نہیں، وہ اُس کے درمیان میں ہو، اوپر والے حصّہ میں ہو یا نیچے والے حصّہ میں ہو اور اِس میں اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "ذبح حلق اور سینہ کے درمیان ہے"۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کھانے پینے والی نالیوں اور رگوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے تو اِس میں بالفعل خون کا بہنا موثر طریقہ سے حاصل ہوتا ہے پس اوپر سے نیچے تک تمام حلقوم (گلا) اس معنی میں برابر ہے۔

اور سوال میں مذکور دوسرے مسئلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے جس کی طرف خود صدرالشریعہ نے بھی اشارہ فرمایا ہے اور پھر خود ہی اِس باب میں علّامہ شامی حنفی سے مُفتٰی بہ قول بھی نقل کیا ہے جن کی عبارت یہ ہے: إنْ كانَ بالذّبح فوقَ العُقدةِ حصلَ قطعُ ثلاثةٍ منَ العروقِ. فالحقّ مَا قالهُ شرّاح

(1) الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الذبائح، ۳۴۳/۲

(2) ردّ المحتار على الدرالمختار، كتاب الذبائح، تحت قوله: وسطه أو أعلاه أو أسفله، ۴۹۱/۹

الهدايةِ تبعًا للرُّستُغَفنيِّ وإلّا فَالحقّ خلافهُ إذ لَم يوجدْ شرطُ الحلِّ باتفاقِ أهلِ المذهبِ-❶

یعنی، اگر عقدہ (گلے کی اُبھری ہوئی ہڈی) کے اُوپر سے ذبح کرنے کی صُورت میں رگوں میں سے تین کا کٹنا حاصل ہوجائے تو حق وہ ہے جو "ہدایہ" کے شارحین ❷ نے امام رُستُغفنی (آپ ابوالحسن علی بن سعید ہیں رُستُغفن سے تعلق رکھتے تھے جو کہ سمرقند کا ایک قصبہ ہے) ❸ کی اتباع میں کہا ہے کہ مذبوحہ حلال ہوگا ورنہ حق اِس کے خلاف ہے؛ کیونکہ اہلِ مذہب کے اتفاق کے مطابق حلّت کی شرط نہیں پائی گئی۔

لہٰذا اِس کے خلاف اگر کسی نے لکھا ہو تو ہمیں اُس سے آگاہ کیا جائے اور ممکن ہو تو اُس کی نقل ارسال کی جائے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۹/ شوال المکرم، ۱٤۲٦ھ، ۲/ دسمبر، ۲۰۰۵م JIA-704

ایامِ علالت میں صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اِس مسئلہ میں کہ حضور نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم کے ایامِ علالت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلی

---

❶ ردّالمحتار علی الدّرالمختار، کتاب الذبائح، تحت قوله: وسطه أو أعلاه أو أسفله، ۹/ ٤۹۲- ٤۹۳

❷ العناية شرح الهداية، كتاب الذبائح، تحت قوله: والذبح بين الحلق واللّبة إلخ، ٦/ ٧٢
الكفاية، كتاب الذبائح، تحت قوله: وفي الجامع الصغير لا بأس بالذبح في الحلق إلخ، ٧/ ٣٠٢

❸ الجواهر المضيّة في طبقات الحنفية، حرف العين المهملة، باب من اسمه علي، ٢/ ٥٧٠-٥٧١
تاج التراجم، ص ٢٠٥

اور آخری نماز کن اوقات میں پڑھائی اور کس دن پڑھائی؟

(سائل: محمد شہزاد عطاری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں پہلی نماز ۹ ربیع الاوّل جمعہ کی رات عشاء کی اور آخری نماز ۱۲ ربیع الاوّل پیر کے دن فجر کی پڑھائی تھی۔

چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: لمّا اشتدّ علیہِ المرضُ لیلةَ الجمعةِ الّتی هِی التّاسعةُ مِن شهرِ ربیعِ الأوّلِ، فأغمیَ علیهِ ثلاثَ مرّاتٍ، ولَم یستطعِ الخروجَ إلی صلاةِ العشاءِ، قالَ ثلاثَ مرّاتٍ: مُروا أبَا بکرٍ فلیُصلّ بالنّاسِ، فصلّی أَبُوْ بَکْرٍ فِی مَقَامِ النّبیّ ﷺ تِلْكَ الْعِشَاءَ، ثُمّ لَمْ یَزَلْ یُصَلِّیْ بِهِمْ الصّلوَاتِ الخَمْسَ فِی تِلْكَ الأیّامِ الثّلَاثةِ الْبَاقِیَةِ، حتّیٰ کَانَتْ صَلَاةُ أَبِی بَکْرٍ الّتی صَلّی بِهِمْ فِی حَیَاتِهِ ﷺ سَبْعَ عَشَرَةَ صَلَاةً، مَبْدَؤُهَا صَلَاةُ الْعِشَاءِ مِنْ لَیْلَةِ الْجُمُعَةِ وَ مُنْتَهَاهَا صَلَاةُ الْفَجْرِ مِنْ یَوْمِ الإثْنَیْنِ الثّانِی عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِیْعِ الْأَوّلِ۔[1]

یعنی، ۹ ربیع الاوّل جُمعہ کی رات جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض نے شدّت اختیار کرلی تو آپ علیہ السّلام پر تین بار بے ہوشی طاری ہوئی، اِسی وجہ سے نمازِ عشاء کے لئے تشریف نہ لاسکے تو آپ نے تین بار فرمایا: "ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہو کر نمازِ عشاء پڑھائی اور بقیہ تین دنوں کی نمازِ پنجگانہ کی امامت بھی آپ رضی اللہ عنہ نے ہی کرائی، اِس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] بذل القوۃ فی حوادث سِنی النّبوّۃ، الباب الثالث فیما وقع من الحوادث...إلخ، ص۳۳۷

ظاہری حیات میں آپ رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازوں کی امامت فرمائی جس کی ابتداء جمعہ کی رات نمازِ عشاء سے ہوئی اور آخری نماز ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن نمازِ فجر تھی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۲۱/ ذوالحجۃ الحرام، ۱٤۲۱ھ، ۱۷/ مارچ، ۲۰۰۱م JIA-47 (Ref013-2001)

ماخذ ومراجع

کلام اللہ عزّوجلّ

(۱) ترجمہ: کنز الإیمان

کُتبِ تفسیر

(۲) **تفسير الطّبري** للإمام أبي جعفر محمدبن جريرالطبَري (ت۳۱۰ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة ، بيروت، الطبعة الرابعة: ۱٤۲٦ھ. ۲۰۰۵م

(۳) **تفسيرابن أبي حاتم** للإمام أبي محمّدعبدالرّحمٰن بن محمدابن أبي حاتم الرّازي (ت ۳۲۷ھ)، الناشر : مكتبة نزار مصطفىٰ الباز، الطبعة الثانية۱٤۱۹ھ

(٤) **أحكام القرآن** للجصّاص للإمام أحمد بن على أبي بكر أحمد الرازى الجصّاص الحنفي (ت ۳۷۰ھ) مطبوعة: دارإحياءالتراث العربي، بيروت، الطبعة ۱٤۱۲ھ، ۱۹۹۲م

(۵) **بحرالعلوم المعروف بتفسيرالسمرقندي** للإمام أبي اللّيث نصربن محمدالسّمرقندي حنفي متوفى ۳۷۳ھ، مطبوعة: دارالفكر، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۱٦ھ.۱۹۹٦م

(٦) **الوجيز في تفسير الكتاب العزيز** للعلّامة أبي الحسن على بن أحمد بن محمد واحدي نيشابوري الشّافعي المتوفى ٤٦۸ھ، مطبوعة: دار القلم، بيروت، الطعة الأولىٰ ۱٤۱۵ھ

(۷) **تفسيرالسّمعاني** للعلّامة أبي المظفّرمنصوربن محمّدسمعاني الحنفي ثم الشّافعي (ت٤۸۹ھ)، مطبوعة: دار الوطن، الرياض، الطبعه الأولىٰ ۱٤۱۸ھ.۱۹۹۷م

(۸) **أحكام القرآن** لأبي بكر محمّد بن عبد الله ابن العربي (ت٥٤۳ھ)، مطبوعة: دارالكتب العلميّة، بيروت

(۹) **التفسير الكبير** للإمام فخرالدين أبي عبدالله محمدبن عمرالرّازي (ت٦۰٦ھ)، مطبوعة: دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثالثة ۱٤۲۰ھ. ۱۹۹۹م

(۱۰) **مدارك التنزيل وحقائق التأويل** للإمام أبي البَركات عبدالله بن أحمدالنسفي الحنفي (۷۱۰ھ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت

(١١)**تفسیر الخازن المسمّٰی لباب التأویل فی معانی التنزیل** للإمام علاء الدین علی بن محمد بن إبراهیم البغدادی الشافعی الشهیر بالخازن (ت٧٢٥ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٥ھ. ٢٠٠٤م

(١٢)**تفسیرابن کمال باشا** للفقیه الأعظم شمس الدّین أحمدبن سُلیمان ابن کمال باشا الرُومی الحنفی (ت٩٤٠ھ)،مطبوعة:مکتبة الإرشاد،الطبعة الأولیٰ ١٤٣٩ھ. ٢٠١٨م

(١٣)**رُوح البیان** لأبی الفِداء العلّامة إسماعیل حقّی بن مصطفی الحنفی (ت١١٢٧ھ)،مطبوعة:دار الفکر،بیروت

(١٤)**تفسیرالمظهری** للقاضی محمّد ثناء الله العُثمانی الحنفی النقشبندی المظهری (ت١٢٢٥)،مطبوعة:دار إحیاء التراث العربی،بیروت،الطبعة الأولیٰ١٤٢٥ھ، ٢٠٠٤م

(١٥)**خزائن العرفان** لصدر الأفاضل السیّد محمّد نعیم الدین الحنفی (ت١٣٦٧ھ)،مطبوعة:ضیاء القرآن،لاهور

(١٦)**تفسیر نور العرفان**للمفتی أحمد یار خان النعیمی الحنفی (ت١٣٩١ھ)، مطبوعة:پیر بھائی کمپنی، لاهور

کتُبِ حدیث

(١٧)**المصنّف لعبد الرّزاق** للإمام أبی بکرعَبدالرّزاق بن همام بن نافع الصنعَانی(ت ٢١١ھ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١ھ. ٢٠٠٠م

(١٨)**المصنّف لابن أبی شیبة**للحافظ أبی بکرعبدالله بن محمّدابن أبی شیبة(ت ٢٣٥ھ)،مطبوعة:دار الفکر،بیروت،١٤١٤ھ. ١٩٩٤م

(١٩)**المسند لأحمد** للإمام الحافظ أحمدبن محمّد بن حنبل(ت٢٤١ھ)،مؤسّسة الرسالة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ١٤١٦ھ.١٩٩٥م

(٢٠)**سُنَن الدّارمی**للإمام أبی محمّدعبدالله بن عبدالرّحمٰن الدّارمی(ت ٢٥٥ھ)،مطبوعة:دارالکتب العلمیّة،بیروت،الطبعةالأولیٰ ١٤١٧ھ. ١٩٩٦م

(٢١)**صحیح البُخاری** للإمام الحافظ أبی عبد الله محمد بن إسماعیل البخاری (ت٢٥٦ھ)مطبوعة:دار الکتب العلمیّة، بیروت، ١٤٢٠ھ.١٩٩٩م

(۲۲)**صحیح مسلم** للإمام مُسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (ت۲۶۱ھ)،مطبوعة:دار إحیاء التراث العربی،بیروت
(۲۳)**سُنَن ابن ماجة** للإمام المحدّث أبی عبد الله محمّد بن یزید القُزوینی (ت۲۷۳ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۹ھ.۱۹۹۸م
(۲۴)**سُنَن أبی داود** للإمام الحافظ المصنف المتقن أبی داود سلیمان بن الأشعث السّجستانی الأزدی (ت ۲۷۵ھ)، مطبوعة: دار ابن حزم،بیروت،الطّبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ. ۱۹۹۷م
(۲۵)**الشّمائل المحمّدیة** للإمام أبی عیسیٰ محمّد بن عیسیٰ بن سَورة التِرمذی (ت۲۷۹ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیّة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۳ھ- ۲۰۰۲م
(۲۶)**سُنَن التّرمذی** للإمام أبی عیسیٰ محمّد بن عیسیٰ بن سورة التّرمذی (ت۲۷۹ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰م
(۲۷)**بُغیة الباحِث عن زوائد مُسند الحارث** للإمام أبی محمّدالحارث بن محمّد داهر تمیمی(ت ۲۸۲ھ)مطبوعة:مرکز خدمة السنّة والسیرۃ النبویة،المدینة المنوّرة،الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۳ھ. ۱۹۹۲م
(۲۸)**سُنَن النّسائی المسمی بالمجتبی** للإمام أبی عبد الرّحمن أحمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر الخراسانی النّسائی(ت۳۰۳ھ)،مطبوعة:دار الفکر،بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۵ھ- ۱۹۹۵م
(۲۹)**شَرح معانی الآثار** للإمام أبی جعفر أحمد بن محمّد الطحاوی الحنفی (ت۳۲۱ھ)،مطبوعة:عالم الکتب، بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴م
(۳۰)**شرح مُشکل الآثار** للإمام أبی جعفر أحمد بن محمّد الطحاوی الحنفی (ت۳۲۱ھ)،مطبوعة:مؤسّسة الرسَالة،بیروت،الطبعة الثانیة ۱۴۲۷ھ- ۲۰۰۶م
(۳۱)**صحیح ابن حِبان** لمحمّد بن حِبان بن أحمد(ت۳۵۴ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیّة،بیروت، الطّبعة الثانیة ۱۴۱۷ھ.۱۹۹۶م
(۳۲)**المعجم الأوْسَط** للإمام الحافظ أبی القاسم سُلیمان بن أحمد بن أیوب اللّخمی الطَّبرانی (ت۳۶۰ھ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیّة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ.۱۹۹۹م
(۳۳)**سُنَن الدّار قُطنی** للإمام الحافظ علی بن عُمر الدّار قطنی (ت۳۸۵ھ) ، مطبوعة:دار الکتب العلمیة، بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۷ھ. ۱۹۹۶م
(۳۴)**مَعالم السُّنن** للعلّامة خطّابی (ت۳۸۸ھ)،الناشر:المطبعة العلمیة، حلب، الطبعة الأولیٰ ۱۳۵۱ھ. ۱۹۳۲م

(۳۵)**المستدرک علی الصحیحین** للإمام أبوعبدالله محمّدبن عبدالله حاکم نیساپوری (ت۴۰۵ھ)، مطبوعة: دار المعرفة،بیروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ. ۲۰۰۶م
(۳۶)**معرفة الصّحابة** للعلّامة أبی نعیم أصفهانی (ت۴۳۰ھ)، مطبوعة: دارالکتب العلمیة،بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۲ھ. ۲۰۰۲م
(۳۷)**السّنن الکبریٰ** للإمام الحافظ أبی بکر أحمد بن الحسین البَیهقی (ت۴۵۸ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة،بیروت، الطبعة: ۱۴۲۰ھ. ۱۹۹۹م
(۳۸)**الاستیعاب فی معرفة الأصحاب** للإمامأبی عمر یوسف بن عَبد الله بن محمّدالنمری القُرطبی (ت۴۶۳ھ)،مطبوعة:دارالجیل بیروت، الطبعةالأولیٰ ۱۴۱۲ھ - ۱۹۹۲م
(۳۹)**شرح السنّة** للإمام أبی محمّدحسین بن محمّدالشافعی (ت۵۱۶ھ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیّة، بیروت،الطبعة الثانية ۱۴۲۴ھ.۲۰۰۳م
(۴۰)**شِرعة الإسلام إلیٰ دارالسّلام** للإمام محمّدبن أبی بکرالحنَفی (ت۵۷۳ھ)، مطبوعة:دار اللّباب، بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۴۰ھ. ۲۰۱۹م
(۴۱)**المنهاج شرح صَحیح مسلم** للإمام یحی بن شرف النّوَوی الدّمشقی الشّافعی (ت۶۷۶ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰م
(۴۲)**عُیون الأثر** للحافظ فتح الدّین محمّدبن سیدالنّاس الشّافعی(ت ۷۳۴ھ)،دارالقَلم،بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۴ھ.۱۹۹۳م
(۴۳)**الکاشف عن حقائق السُّنَن** علیٰ مِشکاة المصَابیح للعلّامة شرف الدین حسین بن محمّد الطِیبی الشّافعی(ت۷۴۳ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة، بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱م
(۴۴)**الجوهَر النّقی** لِلعلّامه علی بن عثمان ابن ترکمانی (ت۷۵۰ھ)، مطبوعة:دارالفکر،بیروت
(۴۵)**الإبهَاج فی شَرح المِنهاج** للعلّامة تاج الدّین أبی نصرعبدالوهّاب بن علی السُّبکی الشّافعی(ت ۷۷۱ھ)،مطبوعة:دارالکتب العلمیّة،بیروت،عام النّشر ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵.م
(۴۶)**عُمدة القاری** للإمام بدر الدّین أبی محمّد محمود بن أحمد العینی الحنفی (ت۸۵۵ھ)، مطبوعة:دار الفکر،بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸م)

(٤٧)**المقاصد الحسنة** للعلّامة شمس الدّين أبي الخير محمّد بن عبدالرّحمٰن سخاوی (ت٩٠٢ھ)، مطبوعة: دار الكتب العربي، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٥ھ. ١٩٨٥م

(٤٨)**الشّمائل الشريفة** مع شرحه للحافظ جلال الدين عبدالرّحمٰن السّيوطی الشّافعی (ت٩١١ھ)، مطبوعة: دار طائر العلم

(٤٩)**المواهب اللّدنية** للعلّامة أحمد بن محمّد القسطلّانی الشّافعی (ت٩٢٣ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٦ھ-١٩٩٦م

(٥٠)**كنز العمّال** للعلّامة علاؤالدّين علی بن حسام الدّين الشّاذلی الهندی (ت ٩٧٥ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤ھ. ٢٠٠٤م

(٥١)**مِرقاة المفاتيح** للعلّامة نور الدين علی بن سلطان القاری الهروی الحنفی (ت١٠١٤ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢ ھ- ٢٠٠١م

(٥٢)**فيض القدير** للعلّامة عبدالرؤوف المناوی الشّافعی (ت١٠٣١ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت، ١٤٢٢ھ. ٢٠٠١م

(٥٣)**لَمعات التنقيح في شرح مِشكاة المصابيح** للشيخ عبدالحقّ المحدّث الدهلوی الحنفی (ت١٠٥٢ھ)، مطبوعة: دار النّوادر، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٥ھ. ٢٠١٤م

(٥٤)**شرح المواهب اللّدنية** للعلّامة محمّد الزُرقانی المالكی (ت١١٢٢ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧ھ-١٩٩٦م

(٥٥)**بذل القوّة في حوادث سِنی النبوّة** لشيخ الإسلام مخدوم محمّد هاشم التهتوی السِندهی الحنفی (ت١١٧٤ھ)، مطبوعة: دار الفتح، عمّان، الطبعة الاولیٰ ١٤٣٧ھ، ٢٠١٦م

(٥٦)تُحفة الأحوَذي بشرح جَامع الترمذي للعلّامة أبي العلا محمّد عبد الرّحمٰن بن عبد الرّحيم المباركفوری (ت١٣٥٣ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت

(٥٧)**مرأة المناجيح شرح مشكاة المصابيح** للمفتی أحمديارخان النّعيمی الحنفی (ت١٣٩١ھ)، مطبوعة : قادری پبلشرز، لاهور، اشاعت: ٢٠٠٩م

كُتبِ فقه

(٥٨)**الجامع الصغير** للإمام محمّدبن حسن الشيباني الحنفی (ت١٨٩ھ)، مبطوعة:دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى١٤٣٢ھ-٢٠١١م
(٥٩)**أصُول الكرخی** للإمام أبی الحسن عبيد الله بن الحسين الكَرخی الحنفی(ت٣٤٠ھ) مع شرحه للنّسفی،مطبوعة:دار الرّياحين،بيروت،الطبعة الأولى١٤٤٢ھ-٢٠٢١م
(٦٠)**مختصر القدوری** للإمام أبی الحسين أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر بن حمدان القدوری البغدادی الحنفی(ت٤٢٨ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولى١٤١٨ھ-١٩٩٧م
(٦١)**شرح مختصر الكرخی** للإمام أبی الحسين أحمد بن محمّد بن أحمد بن جعفر بن حمدان القدوری البغدادی الحنفی(ت٤٢٨ھ)،مطبوعة:مكتبة الإمام الذّهبی،الكويت،الطبعة الأولى١٤٤٣-٢٠٢٢م
(٦٢)الفقيه والمتفقه للإمام أبی بكر أحمد بن علی بن ثابت بن أحمد بن مهدی الخطيب البغدادی (ت٤٦٣ھ)، مطبوعة:دار ابن الجوزی،السعودية،الطبعة الثانية١٤٢١ھ)
(٦٣)**كتاب المبسوط** لشمس الأئمة محمّد بن أحمد بن أبی سَهل السّرخسی أبی بكر الفقيه الحنفی(ت ٤٨٣ھ)، مطبوعة:دار الفكر،بيروت،الطبعة الأولى١٤٢١ھ- ٢٠٠٠م
(٦٤)**الفتاویٰ الولوالجية** للعلّامةأبی الفتح ظهيرالدين بن عبدالرزّاق الوَلوَالجی الحنفی(متوفی بعد ٥٤٠ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤ھ.٢٠٠٣م
(٦٥)**خُلاصة الفتاویٰ** للشيخ طاهر بن أحمد بن عبد الرشيد بن الحسن الإمام افتخار الدين البخاری الحنفی السّرخسی(ت٥٤٢ھ) مع مجموعة الفتاوی، مكتبة رشيدية،كوئتة
(٦٦)**خِزانة الأكمل** للإمام أبی يعقوب يوسف بن علی الجرجانی الحنفی(ت بعد سنة ٥٥٢ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلميّة،بيروت،الطبعة الأولى١٤٣٦ھ-٢٠١٥م
(٦٧)الفتاویٰ السِّراجية للعلّامة سراج الدّين علی بن عثمان بن محمّد التيمی الأوشی القَرغانی الحنفی (ت ٥٦٩ھ)،مطبوعة:مير محمد كتب خانه،كراتشی
(٦٨)**المحيط الرّضوی** للعلّامةرضی الدين محمّدبن محمد السرخسی الحنفی (ت٥٧١ھ)،مطبوعة: دار الكتب،بشاور
(٦٩)**بدائع الصّنائع** للإمام علاء الدّين أبی بكر بن مسعود الكاسانی الحنفی (ت٥٨٧ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلميّة،بيروت، الطبعةالأولى ١٤١٨ھ. ١٩٩٧م

(۷۰)**شرح الزیادات** للعلامةالفقیه حسن بن منصورأوزجندی الحنفی (ت۵۹۲ھ)،مطبوعة:دار إحیاءالتراث العربی،بیروت

(۷۱)**فتاوی قاضیخان علی هامش الهندیة** للإمام فخر الدین حسن بن منصور الأوزجندی الفرغانی الحنفی(ت۵۹۲ھ)،مطبوعة:دار المعرفة،بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳م.

(۷۲)**الهدایة فی شرح بدایة المبتدی** لشیخ الإسلام برهان الدین علی بن أبی بکر المرغینانی الحنفی (ت۵۹۳ھ)،مطبوعة:دار الأرقم،بیروت

(۷۳)**خُلاصة الدّلائل فی تنقیح المسائل** للعلامةحسام الدین علی بن مکّی الرّازی الحنفی (ت ۵۹۷ھ)، مطبوعة:مکتبة الرُشد،الریاض،الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۸ھ. ۲۰۰۷م

(۷٤)**السّراجیة(فی المیراث)** للإمام سراج الدین محمد بن محمد بن عبد الرشید بن طیفور أبو طاهر السجاوندی الحنفی(ت فی حدود ۶۰۰ھ)،مطبوعة:ضیاء القرآن، لاهور

(۷۵)المحیط البُرهانی للإمام برهان الدین أبی المَعالی محمود بن أحمد بن عبد العزیز بن عمر البخاری الحنفی المعروف بابن مازة (ت۶۱۶ھ)،مطبوعة:دارالکتب العلمیة، بیروت،الطبعة الأولیٰ۱٤۲٤ھ.۲۰۰٤

(۷۶)**ذخیرة الفتاوی(الذخیرة البرهانیة)** للإمام برهان الدّین أبی المعالی محمود بن أحمد بن عبد العزیز بن عمر البخاری الحنفی المعروف بابن مازة(ت۶۱۶ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ۱٤٤۰ھ-۲۰۱۹م

(۷۷)**تحفة المُلوک** للعلامةزین الدّین محمّدبن أبوبکرالرّازی الحنفی (ت۶۶۷ھ) مطبوعة:دارالبشائر الإسلامیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ۱٤۱۷ھ.۱۹۹۷م

(۷۸)**کتاب المجموع شرح المهذّب** للإمام محی الدین أبوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشّافعی (ت۶۷۶ھ)،مطبوعة:دار إحیاء التراث العربی،بیروت،الطبعة الأولیٰ۱٤۲۲ھ-۲۰۰۱م

(۷۹)**الاختیار لتعلیل المختار**للعلامةعبدالله بن محمودالموصلی الحنفی (ت۶۸۳ھ)،مطبوعة:دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثانیه۱٤۲۳ھ.۲۰۰۲م

(۸۰)**وقایة الرّوایة** للعلّامه برهان الشریعه محمودبن صدرالشریعة الأوّل عبیدالله محبوبی حنفی (ت ۶۷۳ھ)،مطبوعة:مؤسّسة الورّاق، أردن، الطبعة۲۰۰۶م

(٨١)**مُنيةُ المصلى** للعلّامة الشيخ محمّد بن محمد الكاشغرى الحنفى (ت٧٠٥هـ)، مطبوعة: دار القلم، دمشق، الطبعة الأولى ١٤٢٨هـ. ٢٠٠٧م

(٨٢)**النقاية فى علم الهداية** للعلّامة أبي البركات عبدالله بن أحمد النسفى الحنفى (ت٧١٠هـ)، مطبوعة: دار الإحسان، القاهرة، الطبعة الأولى ٢٠١٨م

(٨٣)**الغاية شرح الهداية** للعلّامة شمس الدين أبو العباس أحمد بن إبراهيم السّروجى الحنفى (ت ٧١٠هـ)، مطبوعة: مكتبة الإمام الذهبي، الطبعة الأولى ١٤٤٢هـ. ٢٠٢١م

(٨٤)**كنز الدّقائق** للشيخ الإمام أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود المعروف بحافظ الدين النسفي (ت٧١٠هـ)، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٣٢هـ. ٢٠١١م

(٨٥) **شرح أصُول الكرخى** لِلإمام أبي البرَكات عبد الله بن أحمد بن محمود المعروف بحافظ الدين النسفى (ت٧١٠هـ)، مطبوعة: دار الرياحين، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٤٢هـ ٢٠٢١م

(٨٦)**تبيين الحقائق** للإمام فخر الدين أبي محمد عثمان بن على بن محجن بن يونس الزيلعى الحنفى (ت٧٤٣هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ. ٢٠٠٠م

(٨٧)**شرح الوقاية** للعلّامة عبيدالله بن مسعود المحبوبى الحنفى (ت ٧٤٨هـ) مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ٢٠٠٩م

(٨٨)**كتاب الكبائر** للعلّامة أبي عبدالله محمّد بن أحمد الذهبى (ت٧٤٨هـ)، مكتبة رحمانية، لاهور

(٨٩)**غاية البيان نادرة الزّمان فى آخر الأوَان** للعلّامة قاضى قوام الدّين أمير كاتب بن أمير عمر إتقانى الفارابى الحنفى (ت ٧٥٨هـ)، مطبوعة: دار الضّياء، الكويت، الطبعة الأولى ١٤٤٤هـ. ٢٠٢٣م

(٩٠)**نصب الرّاية** للعلّامة جمال الدين أبو محمد عبدالله بن يوسف الزيلعى الحنفى (ت ٧٦٢هـ) مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٢هـ. ٢٠٠٢م

(٩١)**الكفَاية على الهِداية** للعلّامة جلال الدّين بن شمس الدّين الخوارِزمى الحنفى (ت٧٦٧هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٤١هـ- ٢٠١٩م

(٩٢)**العناية شرح الهداية** للعلّامة أكمل الدين محمّد بن محمّد بابرتى الحنفى (ت٧٨٦هـ)، مطبوعة: دار الكُتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٨هـ. ٢٠٠٧م

(۹۳)**الفتاویٰ التاتارخانیۃ** للإمام الفقیه عالم بن علاء الأندربتی الحنفی (ت۷۸٦ھ)، مطبوعة:مکتبة فاروقية، کوئٹة

(۹٤)**حلبة المجلی وبُغیة المهتدی** للعلّامةشمس الدین محمّدبن محمّدابن أمیرالحاج الحنفی (ت۸۷۹ھ)، مطبوعة:دارالکتب العلمیة،بیروت،الطبعة:۱٤۳٦ھ. ۲۰۱۵م

(۹۵)**شرح العقائدالنسفیة** للإمام سعدالدین مسعودبن عمرالتفتازانی (ت۷۹۲ھ)،مطبوعة: قدیمی کتب خانة، کراتشی

(۹٦)**الجوهرة النیرة** للإمام أبی بکر بن علی الحنفی المعروف بالحدّادی العبادی (ت۸۰۰ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولی۱٤۲۷ھ. ۲۰۰٦م

(۹۷) **شرح مجمع البحرین(مبارق الأزهار فی شرح مشارق الأنوار)** للعلّامة عبد اللطیف بن عبد العزیز بن أمین الدّین الرّومی الحنفی المعروف بابن ملك(ت۸۰۱ھ)،مخطوط مصوّر/ مطبوعة:دار الجیل، بیروت، الطبعة الأولی۱٤۱۵ھ-۱۹۹۵م

(۹۸)الفتاوی البزّازیة علی هامش الهندیة للشیخ الإمام حافظ الدین محمد بن محمد بن شهاب المعروف بابن البزّار الکَردری الحنفی(ت۸۲۷ھ)، مطبوعة: دارالمعرفة ، بیروت،الطبعة الثالثة۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳م

(۹۹)**جامع المضمرات فی شرح مختصر القدوری** للعلّامةیوسف بن عُمرکادوری الحنفی(ت ۸۳۲ھ)، مطبوعة:دارالکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولی۱٤۳۹ھ. ۲۰۱۸م

(۱۰۰)**البنایة شرح الهدایة** للعلّامةبدرالدین محمودبن أحمدالعینی الحنفی (ت۸۵۵ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیّة،بیروت،الطبعة الأولی ۱٤۲۰ھ .۲۰۰۰م

(۱۰۱)**رمز الحقائق شرح القدوری** للعلّامةبدرالدین محمودبن أحمدالعینی الحنفی(ت۸۵۵ھ)، مطبوعة: إدارة القرآن،کراتشی

(۱۰۲)**فتح القدیر** للعلّامة کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود السیواسی ثم السکندری المعروف بابن الهمام(ت۸٦۱ھ)، مطبوعة:دار إحیاء التراث العربی،بیروت

(۱۰۳)**لسان الحکام فی معرفة الأحکام** للعلّامةأبی الولیدأحمدبن محمد ابن شحنةالحنفی(ت۸۸۲ھ) ، الناشر:البابی الحلبی،الطبعة الثانیة۱۳۹۳ھ. ۱۹۷۳م

(١٠٤)**الدُّرر الحکام فی شرح غرر الأحکام** للعلّامة محمد بن فراموز بن علی الشهیر بمنلا خسرو شیخ الإسلام الرومی الحنفی(ت٨٨٥ھ)،مطبوعة:میر محمد کتب خانه،کراتشی.

(١٠٥)**حدائق العیون شرح مختصر القدوری** للعلّامةعبدالله بن حسین الحنفی (متوفی فی حدود ٩٠٠)، مطبوعة:دار الفتح،عمان،الطبعة الأولیٰ ١٤٤٢ھ. ٢٠٢١م

(١٠٦)**مواھب الرّحمٰن فی مذھب النّعمان** للعلّامة برهان الدین إبراهیم بن موسیٰ الطُرابلسی الحنفی (ت٩٢٢ ھ)،مطبوعة:کتاب ناشرون، بیروت،الطبعة الأولیٰ١٤٣٩ھ. ٢٠١٨م

(١٠٧)**شرح النقایة/ شرح مختصر الوقایة** لعبدالعلی محمّدبن الحسین البِرجندی الحنفی (ت٩٣٢ھ)، مطبوعة :مکتبة العجائب لزخر العلوم، کوئته)

(١٠٨)**الإیضاح فی شرح الإصلاح** للعلّامةشمس الدین أحمدبن سلیمان ابن کمال باشا الحنفی (ت٩٤٠ھ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ١٤٢٨ھ. ٢٠٠٧م)

(١٠٩)**جامع الرّموز** للعلّامةشمس الدّین محمّدبن حسام الدین الخراسانی الحنفی(ت٩٥٠/ ٩٦٢ھ)، مطبوعة:اَیچ اَیم سعید کمپنی،کراتشی)

(١١٠)**الإیثار للحلّ المختار** للعلّامةمحی الدّین محمّدبن إلیاس الشهیدجوی زاده الحنفی (ت٩٥٤ھ)،مطبوعة:مکتبة الإرشاد،اسطنبول،الطبعة الأولیٰ ١٤٣٧ھ.٢٠١٦م)

(١١١)**غنیة المستملی فی شرح منیة المصلّی** للعلّامة إبراهیم بن محمد بن إبراهیم الحلبی الحنفی (ت ٩٥٦ھ)، مطبوعة:مکتبۂ نُعمانیّة، کوئتة)

(١١٢)**ملتقی الأبحر** للشیخ الإمام إبراهیم بن محمد الحلبی الحنفی (ت٩٥٦ھ)،مطبوعة:دار السلام، الطبعة الأولیٰ١٤٤٣ھ. ٢٠٢٢م)

(١١٣)**الأشباه والنظائر** للعلّامة الشیخ زین الدین بن إبراهیم بن محمّد بن بکر المعروف بابن نجیم المصری الحنفی (ت٩٧٠ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیّة،بیروت،الطبعة الأولیٰ١٤١٣ھ-١٩٩٣م)

(١١٤)**البحر الرائق شرح کنز الدقائق** للعلّامة الشیخ زین الدین بن إبراهیم بن محمد بن بکر المعروف بابن نجیم المصری الحنفی(ت٩٧٠ھ)،مطبوعة:دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ. ١٩٩٧م)

(۱۱۵)**الفتاویٰ الزینیۃ** للعلامۃزین الدین بن إبراهیم ابن نجیم المصری الحنفی(ت۹۷۰ھ)،مطبوعۃ:دار کنوزاشبیلیا،الریاض،الطبعۃ الأولیٰ۱۴۳۲ھ.۲۰۱۱م)

(۱۱۶)**تنویر الأبصار** للشیخ محمد بن عبد اللہ بن أحمد الغزی الحنفی التمرتاشی (ت۱۰۰۴ھ)مع شرحہ الدر المختار،مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۳ھ.۲۰۰۲م)

(۱۱۷)**ذخیرۃ الناظر فی الأشباہ والنظائر** للإمام نور الدین علی بن عبد اللہ الطوری المصری الحنفی(ت ۱۰۰۴ھ)،مطبوعۃ:دار ابن حزم،بیروت،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۴۰ھ.۲۰۱۹م)

(۱۱۸)**شرح الکتاب الفقہ الأکبر**للإمام علی بن سلطان قاری الحنفی (ت۱۰۱۴ھ)،مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ،بیروت)

(۱۱۹)**حاشیۃ الشلبی علی التبیین** للعلامۃأحمدبن محمّد المصری الحنفی (ت۱۰۲۱ھ)،مطبوعۃ:دار الکُتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰م)

(۱۲۰)**الفتاویٰ الإبراهیمیۃ فی مسائل الحنفیۃ** للعلامۃبرهان الدین إبراهیم بن حسن الحنفی (۱۰۴۸ھ)، مطبوعۃ:دار الضیاء،الکویت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۳۶ھ. ۲۰۱۵م)

(۱۲۱)**نُور الإیضاح** للعلّامۃ أبی الإخلاص حسن بن عمّار بن یوسف الوفائی المصری الشرنبلالی الحنفی (ت۱۰۶۹ھ)،مطبوعۃ:برکات المدینۃ،کراتشی)

(۱۲۲)**إمداد الفتّاح شرح نور الإیضاح** للعلامۃحسن بن عمّارالشرنبلالی الحنفی(ت۱۰۶۹ھ)، مطبوعۃ:دار إحیاء التراث العربی،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۱م)

(۱۲۳)**غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ دُرر الحکّام** للعلامۃأبوالإخلاص حسن بن عمّارالشرنبلالی الحنفی (ت۱۰۶۹ھ)،مطبوعۃ:میر محمد کتب خانہ،کراتشی)

(۱۲۴)**حاشیۃعلی الدُرر الحکّام** للعلامۃأبوالإخلاص حسن بن عمّارالشرنبلالی الحنفی(ت ۱۰۶۹ھ) ، مطبوعۃ:میرمحمدکتب خانۃ،کراتشی)

(۱۲۵)**مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر** للعلامۃعبدالرحمن بن محمّدکلیوبی الحنفی(ت۱۰۷۸ھ)،مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۱۹ھ .۱۹۹۸م)

(١٢٦) **الفتاویٰ الخیریۃ علی هامش تنقیح الفتاوی الحامدیۃ** للعلّامۃ خیر الدین بن أحمد الأیوبی الرملی الحنفی (ت١٠٨١ھ)، مطبوعۃ: مکتبۃ حقانیۃ، پشاور)

(١٢٧) **الدُّرالمنتقیٰ فی شرح الملتقیٰ** للعلّامۃ علاؤالدین محمّدبن علی الحصکفی الحنفی (ت١٠٨٨ھ)، مطبوعۃ: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ١٤١٩ھ. ١٩٩٨م)

(١٢٨) **الفتاویٰ الهندیۃ** للعلّامۃ الهمّام مولانا الشیخ نظام الدین الحنفی (ت١٠٩٢ھ) وجماعۃ من عُلماء الهند الأعلام، مطبوعۃ: دارالمعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ١٣٩٣ ھ -١٩٧٣م)

(١٢٩) **غمزعُیون البصائر** للعلّامۃ أحمدبن محمّدالحموی الحنفی (ت١٠٩٨ھ)، مطبوعۃ: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ١٤٠٥ھ. ١٩٨٥م)

(١٣٠) **الفتاویٰ الأنقرویۃ** للعلّامۃ محمّدبن حسین الرومی الحنفی (ت١٠٩٨ھ)، مطبوعۃ: دار الإشاعۃ العربیۃ، کوئٹۃ)

(١٣١) **کمال الدّرایۃ وجمع الرّوایۃ والدّرایۃ شرح ملتقی الأبحر** للعلّامۃ محمدبن علی إزمیری الحنفی (ت١١٦٥ھ)، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سنۃ الطبعۃ ١٤٣٨ھ. ٢٠١٧م)

(١٣٢) **حاشیۃ أبوالسّعود علی فتح المعین** للعلّامہ أبوالسّعود محمّدبن علی بن علی بن حسن الشرنبلالی السیّدالشریف الحسینی المصری الحنفی (ت ١١٧٢ھ) مطبوعۃ: مکتبۃ العجائب لزاخر العلوم، کوئٹۃ)

(١٣٣) **مظهر الأنوار** لشیخ الإسلام مخدوم محمدهاشم ٹھٹوی الحنفی (ت١١٧٤ھ)، مطبوعۃ: دار النّعیمی، ملیر کراتشی، الطبعۃ الأولیٰ ١٤٢٩ھ-٢٠٠٨م)

(١٣٤) **الفتاویٰ الإقناعیۃ** للعلّامۃ عبدالحمیدالحنفی (ت١٢٢٠ھ)، مطبوعۃ: مکتبۃ عمریہ، کوئٹۃ)

(١٣٥) **التّحقیق الباهر فی شرح الأشباه والنظائر** للعلّامۃ هبۃ الله بن محمّدتاجی الحنفی (ت١٢٢٤ھ)، مطبوعۃ: مکتبۃ رشیدیۃ، کوئٹۃ)

(١٣٦) **فتاویٰ واحدی** للعلّامۃ عبدالواحدالسیوستانی الحنفی (ت١٢٢٤ھ)، مطبوعۃ: گیلانی الیکٹرک اسٹور، لاهور، ١٣٤٦ھ. ١٩٢٧م)

(١٣٧) **حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح** للإمام أحمد بن محمد بن إسماعیل الطحطاوی الحنفی (ت١٢٣١ھ)، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ١٤١٨ھ . ١٩٩٧م)

(۱۳۸) **حاشية الطحطاوی علی الدر المختار** للعلّامة أحمد بن محمّد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی (ت۱۲۳۱ھ)، مطبوعة: دار الفقیه، ۱۳۹۰ھ. ۱۹۷۰م)
(۱۳۹) تنقیح الفتاویٰ الحامدیّة (العقود الدّریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیّة) للإمام الهمام الفقیه العلّامة السید محمد أمین بن عمر عابدین الشامی الحنفی (ت۱۲۵۲ھ)، مطبوعة: مکتبة حقانیة، بشاور، پاکستان)
(۱٤۰) **ردّ المحتار** للإمام الهمام الفقیه العلّامة السید محمد أمین بن عمر عابدین الشامی الحنفی (ت۱۲۵۲ھ)، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ. ۲۰۰۰م
(۱٤۱) **مِنحة الخالق علی البحر الرائق** للعلّامة السیّد محمّد أمین ابن عابدین الشامی الحنفی (ت ۱۲۵۲ ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱۸ھ ۱۹۹۷م
(۱٤۲) **تنقیح الفتاوی الحامدیة (العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة)** للإمام الهمام الفقیه العلّامة السید محمد أمین بن عمر عابدین الشامی الحنفی (ت۱۲۵۲ھ)، مطبوعة: مکتبة حقانیة، بشاور
(۱٤۳) **تحفة الطلّاب** للعلّامة أبی بکر محمّد بن عُمر الحنفی (ت۱۲۷۰ھ)، مطبوعة: مکتبة التعاون الثقافی / الإحساء
(۱٤٤) **نظم الغُرر فی سلك الدّرر** للسیّد محمود آفندی بن السیّد محمد أمین آفندی الحنفی (ت ۱۲۸٤ ھ)، مطبوعة: دار ابن الأثیر، العِراق، الطبعة الأولیٰ ۱٤۳۲ھ ۲۰۱۱م
(۱٤۵) **اللّباب فی شرح الکتاب** للعلّامة عبد الغنی الغنیمی المیدانی الحنفی (ت۱۲۹۸ھ)، مطبوعة: دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطبعة الثانیة ۱٤۳۵ھ، ۲۰۱٤م
(۱٤٦) **تکمِلة ردّ المحتار** للعلّامة محمّد علاؤ الدین آفندی الحنفی (ت۱۳۰٦ھ)، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ. ۲۰۰۰م
(۱٤۷) **کشف الحقائق شرح کنز الدقائق** للعلّامة عبد الحکیم الأفغانی الحنفی (ت۱۳۲٦ھ)، مطبوعة: الطبعة الأدبیة، مصر، الطبعة الأولیٰ ۱۳۱۸ھ
(۱٤۸) **الموسُوعة الفقهیّة الکویتیّة**، مطبوعة: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثانیة ۱٤۱۹ھ. ۱۹۹۸م

(١٤٩) **حِلیة الناجی فی شرح الحلبی الصغیر** للعلامة مصطفی بن محمّدکوزل النقشبندی الحنفی،مطبوعة: المطبعة العثمانية١٣٠٦ھ

(١٥٠) **الفتاویٰ الغیاثیة** للفقیه الشیخ بن داؤدبن یوسف،مطبوعة:جان محمد بستی پبلشرز اینڈ کتب خانة، کوئتة،باکستان

(١٥١) **فتاویٰ ابن الشلبی** للشیخ أحمدبن یوسف ابن الشلبی الحنفی،مطبوعة: دار الکتب العلمية،بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٣٩ھ.٢٠١٨م

مخطُوطات

(١٥٢) **مجموع النوازل** للإمام أبی اللّیث نصربن محمدالسمرقندی الحنفی (ت٣٧٣ھ)،مخطوط مصوّر

(١٥٣) **خزانة الفتاویٰ** للعلّامةأحمدبن محمدبن أبی بکرالحنفی (ت٥٢٢ھ)، مخطوط مصوّر

(١٥٤) **القُنیة المنیة** للعلّامةأبی الرّجاءنجم الدین مختاربن محمدالزاهدی الحنفی (ت٦٥٨ھ)،مخطوط مصوّر

(١٥٥) **ضوءالسّراج فی الفرائض** للعلّامةأبی العُلاءمحمود بن أبی بکرکلاباذی البخاری الحنفی (ت ٧٠٠ھ)،مخطوط مصوّر

(١٥٦) **الکافی** للشیخ الإمام أبی البّرکات عبد الله بن أحمد بن محمُود المعروف بحافظ الدین النّسفی (ت ٧١٠ھ)، مخطوط مصوّر

(١٥٧) **خِزانةُ المفتِین** للإمام حسین بن محمّدالحنفی (ت٧٤٦ھ)،مخطوط مصوّر)

(١٥٨) **الدُّرَرمنظومة** للعلّامةأمیرکاتب بن أمیرعمرالأتقانی الحنفی (ت٧٥٨ھ)، مخطوط مصوّر

(١٥٩) **دُرَّالمهتدی وذُخرالمقتدی نظم بدایة المبتدی** للعلّامةسراج الدین ابوبکر بن علی بن موسیٰ الهاملی الحنفی (ت٧٦٩ھ)،مخطوط مصوّر

(١٦٠) **السِراج الوهّاج** للإمام أبی بکر بن علی الحنفی المعروف بالحدّادی العبادی (ت٨٠٠ھ)،مخطوط مصوّر

(١٦١) **المنهاج شرح السراجیة** للعلّامةشهاب الدین أحمدبن محمودالسیواسی الحنفی (ت٨٠٣ھ)،مخطوط مصوّر

(١٦٢)**منظومة ابن الشحنة فى الفرائض** للعلّامةمحبّ الدين أبى الوليدمحمّدبن محمّدابن شحنة الحنفى (ت ٨١٥هـ)،مخطوط مصوّر

(١٦٣)**فتاوىٰ العتابيةأو جوامع الفقه** لزين الدين فخر الأئمه العلّامة أبى نصر أحمدبن محمّدبن عمر العتّابى البخارى الحنفى المتوفى ٨٥٢هـ،مخطوط مصوّر

(١٦٤)**نخبة الملوك فى تحرير تحفة الملوك** للعلّامةبدرالدين محمودبن أحمدالعينى الحنفى (ت٨٥٥هـ)،مخطوط مصوّر

(١٦٥)**شرح منظومة ابن الشحنة فى الفرائض** للعلّامةأبى الفضل محمّد بن محمّدبن محمّد ابن شحنة الصغير الحنفى (ت٨٩٠هـ)،مخطوط مصوّر

(١٦٦)**زادالغريب الضائع مختصرالبدائع** للعلّامة محمدرديني الحنفى (ت٩٢٥هـ)،مخطوط مصوّر

(١٦٧)**منح الغفّارشرح تنوير الأبصار**للعلّامةشمس الدين محمدبن عبدالله تُمرتاشى الحنفى (ت ١٠٠٤هـ)، مخطوط مصوّر

(١٦٨)فتاوىٰ شيخ الإسلام ومفتى بلدالحرام للشيخ عبدالرحمن بن عيسىٰ مرشدى الماتريدى الحنفى (ت١٠٣٧هـ)،مخطوط مصوّر

(١٦٩)**بياضِ هاشمى** لشيخ الإسلام مخدوم محمّدهاشم ٹھٹوی الحنفى (ت١١٧٤هـ)،مخطوط مصوّر

(١٧٠)**المهمّ الضرورى شرح مختصرالقدورى** للعلّامة عبدالرحيم آمدى الحنفى،مخطوط مصوّر

(١٧١)**تبصير الأنواروجامع الأسرارشرح تنويرالأبصار**للعلّامة محمدبن ابى بكر بروسى الحنفى، مخطوط مصوّر

(١٧٢)**جواهر الأخلاطى** للإمام برهان الدين إبراهيم بن أبى بكر بن محمد بن حسين الأخلاطى الحسينى الحنفى ، مخطوط مصوّر

(١٧٣)**سُلّم الفلاح شرح نُورالإيضاح** للعلّامه عثمان بن يعقوب بن حسين الكماخى ثم الاسلامبولى الحنفى،مخطوط مصوّر

(١٧٤)**فتاوىٰ الخجندى** للعلّامةأبى عبدالله محمدبن على الخجندى الحنفى،مخطوط مصوّر

اُردو فتاویٰ

(١٧٥)**العطاء النبوية فی الفتاوی الرضوية** لإمام أهل السنة الحاج الحافظ القاری الشاه أحمد رضا خان الحنفی (ت١٣٤٠هـ)، مطبوعه:رضافاؤنڈیشن ، لاهور، طبعة:١٤٢٧هـ ٢٠٠٦م
(١٧٦)**بهارِشریعت** لصدر الشریعة محمد أمجد علی الأعظمی الحنفی (ت١٣٦٧هـ)،مطبوعة:مکتبة المدینة،کراتشی،سنّ الطباعة:١٤٣٥هـ.٢٠١٤م
(١٧٧)**فتاویٰ أمجدیة** لصدر الشریعة محمد أمجد علی الأعظمی الحنفی (ت١٣٦٧هـ)، مطبوعة:مکتبة رضویة،کراتشی،سنّ الطباعة:١٤٣٤هـ-٢٠١٣م
(١٧٨)**فتاویٰ نوریة** للمفتی محمد نور الله النعیمی الحنفی(ت١٤٠٣هـ)، مطبوعة:شعبۂ تصنیف وتالیف دار العلوم حنفیة فریدیة بصیرپور،ضلع اوکاڑه، طبعة:١٤٢٠هـ ١٩٩٩م-
(١٧٩)**وقارالفتاویٰ** للمفتی الأعظم باکستان المفتی محمد وقار الدین الحنفی القادری (ت ١٤١٣هـ)، مطبوعه:بزم وقار الدین،کراتشی، طبعة:١٤١٩هـ- ١٩٩٨م
(١٨٠)**فتاویٰ فقیه ملّت** للمفتی جلال الدین أحمدالأمجدی الحنفی (ت١٤٢٢هـ)،مطبوعه: شبیر برادرز،لاهور،سنّ الطباعة:٢٠٠٥م
(١٨١)**فتاوی فیض الرسول** للمفتی جلال الدین أحمد الأمجدی الحنفی (ت١٤٢٢هـ)، مطبوعة:شبیر برادرز، لاهور،سنّ الطباعة:١٤١١هـ .١٩٩٢م

دیگر کتُب

(١٨٢)**الجواهرالمضیّة فی طبقات الحنفیة** لمحی الدین أبی محمّدعبدالقادر بن محمّد القرشی الحنفی ٧٧٥هـ،مطبوعة:مؤسّسةالرسالة،بیروت،الطبعة الثانیة ١٤١٣هـ ١٩٩٣م-
(١٨٣)**تاج التراجم** للشیخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی(ت٨٧٩هـ)،مطبوعة:دار القلم،دمشق،الطبعة الأولیٰ ١٤١٣هـ-١٩٩٢م
(١٨٤)**Papular Oxford Practical Dictionary**, Publishers: Orintal book Society, Lahore
(١٨٥)**فیروز اللّغات** للحاج فیروزالدین،مطبوعة:فیروز سنز،کراتشی
(١٨٦)المنجد للُوَیس معلوف
(١٨٧)**مُعجم المؤلّفین** للعُمر رضا کحّاله

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارسِ حفظ وناظرہ (للبنین، للبنات)

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت صبح، دوپہر اور رات کو حفظ وناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآنِ پاک حفظ وناظرہ کی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔

درسِ نظامی (للبنین، للبنات)

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت صبح، دوپہر اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درسِ نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

تخصص فی الفقہ الاسلامی

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی تخصص فی الفقہ الاسلامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت مسلمانوں کے روزمرہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلۂ اشاعت

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مُستند علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

کُتب لائبریری

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء کرام کے نادر و نایاب مخطوطات، عربی و اردو کُتب مطالعہ کے لئے دستیاب ہیں۔

روحانی پروگرام

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت ہر اتوار عصر تا مغرب ختمِ قادریہ اور خصوصی دعا۔ تسکینِ روح اور تقویتِ ایمان کے لئے شرکت کریں۔

النور اکیڈمی

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت دینی و دنیاوی تعلیم کے حسین امتزاج سے اپنے بچوں اور بچیوں کو مزین کریں۔
صبح کے اوقات میں رابطہ فرمائیں۔

درسِ شفاء شریف

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت خواتین کے لئے ہر پیر و منگل صبح دس سے گیارہ بجے درس ہوتا ہے جس میں شرکت کے لئے صبح کے اوقات میں رابطہ فرمائیں۔